ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

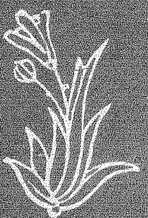
بانی

شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ



مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر
مجاہد الحسینی



تکمیلِ دین

شنکر آچاریہ نے کہہ تو دیا تھا "ہمہ اوست"
پوچھا کیا معنی ؟ تو تفصیل کسی سے نہ ہوئی !

ہے نصاریٰ کو بھی دعویٰ کہ خدا تین[1] ہیں ایک
ان کی وحدت کی بھی تاویل کسی سے نہ ہوئی !

پھر دیانند بھی بولے تو کہا تین قدیم
ان کی توحید کی بھی تفصیل کسی سے نہ ہوئی !

سینکڑوں وِدّیا وان اور گیانی پنڈت
خالقِ خلق کی تشکیل کسی سے نہ ہوئی !

کامیاب اپنے دعاوی میں اک اُمّی ہی رہا
باقی سب دعویٰ تھے تکمیل کسی سے نہ ہوئی

کوثری اسلام کو ہر طرح سے پرکھا ہم نے
اس کھرے دین کی تبدیل کسی سے نہ ہوئی

---

[1] باپ ، بیٹا ، روح القدس

دلّو رام کوثری

جلد نمبر ۱۸ — شمارہ نمبر ۳۲
قیمت فی شمارہ — ۴۰ پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۲ ہجری
۵ جنوری سنہ ۱۹۷۳ عیسوی

علمِ حدیث

آج حدیث کا علم جو دنیا میں موجود ہے وہ تقریباً دس ہزار صحابہؓ سے حاصل کیا گیا ہے۔ تابعین نے صرف ان کی احادیث ہی نہیں لی ہیں بلکہ ان سب صحابیوں کے حالات بھی بیان کر دیے ہیں۔ اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کس نے حضورؐ کی کتنی صحبت پائی ہے یا کب اور کہاں آپؐ کو دیکھا ہے اور کن کن مواقع پر آپؐ کی خدمت میں حاضری دی ہے۔
صحابہؓ میں سے جن حضرات نے سب سے زیادہ روایات بیان کی ہیں ان کی اور ان کی مرویات کی کی فہرست ملاحظہ ہو:۔

ابو ہریرہؓ متوفی ۵۷ھ احادیث کی تعداد ۵۳۷۴ (ان کے شاگردوں کی تعداد ۸۰۰ کے لگ بھگ
تھی اور ان کے بکثرت شاگردوں نے
ان احادیث کو قلمبند کیا تھا)

ابو سعید خدریؓ	متوفی ۷۴ھ	احادیث کی تعداد	۱۱۷۰
جابر بن عبداللہ	متوفی ۷۸ھ	"	۱۵۴۰
انس بن مالکؓ	" ۹۳ھ	"	۱۲۸۶
ام المومنین عائشہ صدیقہؓ	" ۵۸ھ	"	۲۲۱۰
عبداللہ بن عباسؓ	" ۶۸ھ	"	۱۶۶۰
عبداللہ بن عمرؓ	" ۷۳ھ	"	۱۶۳۰
عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ	" ۶۳ھ	"	۷۰۰
عبداللہ بن مسعودؓ	" ۳۲ھ	"	۸۴۸

دورِ صحابہؓ سے امام بخاریؒ کے دور تک علم حدیث کی مسلسل تاریخ۔

اس کے بعد اُن تابعین کو دیکھیے۔ جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے سیرت پاک کا علم حاصل کیا اور بعد کی نسلوں تک اس کو منتقل کیا۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صرف طبقات ابن سعد میں چند مرکزی شہروں کے جن تابعین کے حالات ملتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

مدینہ	۴۸۴	کوفہ	۴۱۳
مکہ	۱۳۱	بصرہ	۱۶۴

ان میں سے جن اکابر تابعین نے حدیث کے علم کو حاصل کرنے محفوظ کرنے اور آگے پہنچانے کا سب سے بڑھ کر کام کیا ہے وہ یہ ہیں:۔

سعد بن المسیب	پیدائش ۱۳ھ	وفات ۹۳ھ
حسن بصری	" ۲۱ھ	" ۱۱۰ھ
ابن سیرین	" ۳۳ھ	" ۱۱۰ھ
عروہ بن زبیر	" ۲۲ھ	" ۹۴ھ

انہوں نے سیرت رسول پر پہلی کتاب لکھی:۔
علی بن حسینؓ (زین العابدین) پیدائش ۳۸ھ وفات ۹۴ھ

مجاہد	پیدائش ۲۱ھ	وفات ۱۰۴ھ
قاسم بن محمد بن ابی بکر	" ۳۷ھ	" ۱۰۶ھ
شریح (حضرت عمرؓ کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے)		" ۸۰ھ
مسروق (حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے)		" ۶۲ھ
اسود بن یزید		" ۷۵ھ
مکحول		" ۱۱۲ھ
رجاء بن حیوہ		" ۱۳۱ھ
ہمام بن منبہ	پیدائش ۴۰ھ	" ۱۳۱ھ

(انہوں نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے آج بھی موجود ہے اور شائع ہو چکا ہے)

سالم بن عبداللہ بن عمر		وفات ۱۰۶ھ
نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر		" ۱۱۷ھ
سعید بن جبیر	پیدائش ۴۵ھ	" ۹۵ھ
سلیمان الاعمش	" ۶۱ھ	" ۱۴۸ھ
ایوب السختیانی	" ۶۶ھ	" ۱۳۱ھ
محمد بن المنکدر	" ۵۴ھ	" ۱۳۰ھ
ابن شہاب زہری	" ۵۸ھ	" ۱۲۴ھ

(انہوں نے حدیث کا بہت بڑا تحریری ذخیرہ چھوڑا)

سلیمان بن لیسار	پیدائش ۳۴ھ	وفات ۱۰۷ھ
عکرمہ مولیٰ ابن عباس	" ۲۲ھ	" ۱۰۵ھ
عطا بن ابی رباح	" ۲۷ھ	" ۱۱۵ھ
قتادہ بن دعامہ	" ۶۱ھ	" ۱۱۷ھ
عامر الشعبی	" ۱۷ھ	" ۱۰۴ھ

علقمہ (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جوان تھے مگر حضورؐ سے ملے نہیں)

ابراہیم النخعی	پیدائش ۴۶ھ	وفات ۹۶ھ
یزید بن ابی حبیب	" ۵۳ھ	" ۱۲۸ھ

ان حضرات کی تواریخ پیدائش و وفات پر ایک نگاہ ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں نے صحابہؓ کے عہد کا بہت بڑا حصہ دیکھا ہے۔ ان میں سے بیشتر وہ تھے جنہوں نے صحابہؓ کے گھروں میں اور صحابیات کی گود میں پرورش پائی ہے اور بعض وہ تھے جن کی عمر کسی نہ کسی صحابی کی خدمت میں بسر ہوئی ہے۔ ان کے حالات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک شخص نے بکثرت صحابہؓ سے مل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کیے ہیں۔ اور آپؐ کے ارشادات اور فیصلوں کے متعلق وسیع واقفیت بہم پہنچائی ہے۔ اس وجہ سے روایت حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ انہی لوگوں سے بعد کی نسلوں کو پہنچا ہے۔

اس کے بعد اصاغر تابعین اور تبع تابعین کا وہ گروہ ہمارے سامنے آتا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں تمام دنیائے اسلام میں پھیلا ہوا تھا — ان لوگوں نے بہت بڑے پیمانہ پر تابعین سے احادیث لیں اور دور دور کے سفر کر کے ایک ایک علاقہ کے صحابہؓ اور ان کے شاگردوں کا علم جمع کیا۔
ان کی چند نمایاں شخصیتیں یہ ہیں:۔

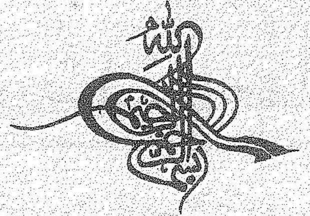
جعفر بن محمد بن علی (جعفر الصادق)	پیدائش ۸۰ھ	وفات ۱۴۸ھ
ابو حنیفہ النعمان (امام اعظمؒ)	" ۸۰ھ	" ۱۵۰ھ
شعبہ بن الحجاج	" ۸۳ھ	" ۱۶۰ھ
ربیعۃ الرائے (استاد امام مالکؒ)		" ۱۳۶ھ
سعید بن ابی عروبہ		" ۱۵۶ھ
مسعر بن کدام		" ۱۵۲ھ
عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر		" ۱۲۶ھ
سفیان الثوری	" ۹۷ھ	" ۱۶۱ھ
حماد بن زید	" ۹۸ھ	" ۱۷۹ھ

دوسری صدی ہجری کے جامعین حدیث

یہی وہ دور تھا جس میں حدیث کے مجموعے لکھنے اور مرتب کرنے کا کام باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوا۔ اس زمانے میں جن لوگوں نے احادیث کے مجموعے مرتب کیے وہ حسب ذیل ہیں:۔

ربیع بن صبیح — وفات ۱۶۰ھ۔ انہوں نے فقہی عنوان پر الگ الگ مسائل مرتب کیے۔
سعد بن ابی عروبہ وفات ۱۵۶ھ
موسیٰ بن عقبہ " ۱۴۱ھ۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تاریخ مرتب کی۔
امام مالکؒ۔ پیدائش ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ۔ انہوں نے احکام شرعی کے متعلق احادیث و آثار کو جمع کیا۔

ابن جریج	پیدائش ۸۰ھ	وفات ۱۵۰ھ
امام اوزاعی	" ۸۸ھ	" ۱۵۷ھ
سفیان ثوری	" ۹۷ھ	" ۱۶۱ھ
حماد بن سلمہ بن دینار	" ۹۷ھ	" ۱۶۷ھ
امام ابو یوسف	" ۱۱۳ھ	" ۱۸۲ھ
امام محمدؒ	" ۱۳۱ھ	" ۱۸۹ھ



خدام الدین

۲۹ ذیقعدہ، سنہ ۱۳۹۲ھ
۵ جنوری، سنہ ۱۹۷۲ء

جلد ۱۸ شمارہ ۳۳

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

لیبیا میں ڈاکے اور چوری کی سزا

بیروت کی ایک خبر کے مطابق لیبیا میں ڈاکوؤں اور چوروں کو اسلامی شریعت کی رُو سے نہایت سنگین سزائیں دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔

لیبیا کی انقلابی کونسل نے صدر معمر القذافی کی صدارت میں منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ اسلامی قانون کے تحت اٹھارہ سال سے زاید عمر کے ہر شخص کو چوری کرنے کی پاداش میں دایاں ہاتھ کاٹنے اور ڈاکہ ڈالنے والے شخص کو بایاں پاؤں کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔

سنگین اخلاقی جرائم کی روک تھام کے لیے دنیا کے تمام ممالک میں مختلف تعزیری اقدامات کئے جاتے ہیں۔ مغربی دنیا نے اسلام کی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دینے کی بابت نہایت گھناؤنا اور گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا۔ مگر ان یورپین ممالک میں ڈاکے اور چوری کی جو سزائیں رائج ہیں بے اثر ثابت ہو گئی ہیں۔ اور وہ ممالک بھی اب غور کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ڈاکے، چوری اور زنا کی سزائیں جب تک نہایت خوفناک اور سنگین نہ ہوں گی۔ یہ اخلاقی جرائم ختم نہیں ہو سکتے۔

لیبیا میں پہلے چونکہ شاہ ادریس کی حکمرانی تھی اور عرب ممالک کے اکثر بادشاہ و ملوک یورپ ہی کے مقلد تھے لیبیا سے جب ملوکیت کا خاتمہ ہوا اور صحیح الفکر عوامی راہنما برسر اقتدار آئے تو انہوں نے اسلام کے پاکیزہ اور موثر اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی نظام کی ترویج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

لیبیا کے صدر القذافی ایک صحیح الفکر مسلمان حکمران ہیں، جنہوں نے برسر اقتدار آنے کے بعد لیبیا کو ایک مثالی اسلامی حکومت بنانے کے لیے پے در پے اور مسلسل ایسے مستحسن اقدامات کئے ہیں۔ کہ پوری دنیا میں اس کا دلی خیر مقدم کیا جا رہا ہے ڈاکوؤں اور چوروں کو اسلامی قوانین کے مطابق سزائیں دینے کا فیصلہ بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے۔ لیبیا کے صدر القذافی کو اللہ تعالیٰ سی آئی اے کی مکروہ سازشوں اور اپنوں کی غداریوں سے محفوظ و مصئون رکھے وہ انشاء اللہ لیبیا کو ایک مثالی اسلامی ریاست بنانے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

خدا کرے۔ دنیا کے دیگر اسلامی ممالک کو بھی اپنا نظام اسلام کے مطابق مرتب اور نافذ کرنے کی توفیق میسر آجائے۔ اور ان ممالک کے لوگ بھی اخلاقی برائیوں سے نجات پا جائیں۔

پاکستان میں بھی صدر ذوالفقار علی بھٹو کی زیر قیادت اسلامی آئین کے نفاذ کا کام قریباً مکمل ہو چکا ہے اور قومی اسمبلی کے اس اجلاس میں مسودہ آئین کی منظوری ہو جائے گی۔ اس طرح پاکستان بھی لیبیا کے دوش بدوش اسلام کے اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی نظام کی ترویج و نفاذ کی ایک مثالی مملکت کی حیثیت اختیار کرے گا۔ انشاء اللہ!

● ایک ناموزوں جملہ

خدام الدین کے گذشتہ شمارہ میں جماعت اسلامی کے چند شر پسند عناصر کی غنڈہ گردی کا تذکرہ کرتے ہوئے "شرعی غنڈوں" کا جملہ استعمال کیا گیا تھا۔ جس کی ناموزونیت کی بابت ہمارے ایک معزز کرم فرما نے توجہ دلائی اس جملہ کی ناموزونیت کا ہمیں بھی اعتراف ہے آئندہ ایسے جملوں کے استعمال سے احتیاط برتی جائے گی کیونکہ ہم جماعت اسلامی کے گستاخ اہل قلم جیسے نہیں جو بار بار توجہ دلانے اور احتجاج کے باوجود ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہیں۔ ہمارے سامنے اپنے بزرگوں حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ طرز زندگی ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق تھا۔

جن کرمفرماؤں نے ہمیں ناموزوں جملوں کی طرف توجہ دلائی ہے ہم ان کی خدمت میں بصد ادب و احترام عرض کریں گے کہ وہ جماعت اسلامی کے "قلم کاروں" کو بھی اس سطح پر لانے کی کوشش کریں کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے گستاخ اہل قلم صحیح اسلامی نظریات اور بزرگان دین کے خلاف استعمال کیے گئے گستاخانہ جملوں پر معذرت کریں۔ جس کے لیے وہ پوری کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ اور جماعت اسلامی کا کوئی بھی فرد اپنی غلطی کے اعتراف کے لیے کبھی آمادہ نہ ہو سکے گا۔

یقین نہ آئے تو ہم ان کی صرف اس تحریر کا ایک اقتباس پیش کرنے کو تیار ہیں جس میں انھوں نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس پر ذاتی قسم کے رکیک اور گستاخانہ حملے کیے ہیں۔

● مسلم لیگ کی کوتاہیوں کا خمیازہ

پاکستان مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری جناب ملک محمد قاسم نے ۲۸ دسمبر کو کراچی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی کوتاہیوں سے انکار نہیں کر سکتے اور انہی کوتاہیوں کے نتیجے میں آج یہ دن دیکھنا پڑا ہے۔ انھوں نے کہا اگر

(باقی صفحہ ۸ پر)

حضرت حسانؓ بن ثابت

تحریر :- محمد اسلام شاہ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

—— اقبال ——

حق اور باطل کے درمیان جنگ روزِ ازل سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی حق کا پرچار کرنے کے لیے یہ لازم ہے کہ مبلغ حق دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر لحاظ سے سچائی کا سربلند کرنے کے لیے کوشاں رہے جدوجہد کا دامن کبھی نہ چھوڑے۔ کیونکہ حق و باطل کی لڑائی میں فتح اسی کو نصیب ہوگی جو زیادہ مستعد اور باہمت ہے۔

یوں بھی کامیابی کا موتی ہر شخص کے ہاتھ نہیں لگ جاتا اس کائنات میں جو لوگ سمندر کی لہروں سے ٹکراتے ہیں اس کی گہرائیوں میں اتر کر خطرات کو سینہ سے لگاتے ہیں اور سمندر کی تہ تک پہنچ کر جستجو اور تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں ان لوگوں کو ہی کامیابی اور کامرانی کے موتی ملتے ہیں۔ سمندر کے ساحل پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ملتا ساحل کی سوغات تو خار و خس و خاک ہی ہوتی ہے۔

کائنات کے اس فطری اصول کے پیشِ نظر دین اسلام نے بھی راہ حق میں جہاد کو فرض قرار دیا ہے اور اسے افضل ترین عبادت ٹھہرایا ہے۔

زندگی کے ہر میدان میں جہاد کی اہمیت واضح ہے انسان کو عہد سے لے کر لحد تک مخالف قوتوں کے خلاف سعی و کاوش کرنا پڑتی ہے اس کاوش یعنی جہاد کی مختلف اقسام ہیں۔ جہاد زبان اور قلم سے بھی ہوتا ہے اور جہاد سیف و سناں سے بھی ہوتا ہے۔ جہاد فکری، قولی، عملی، مالی اور جانی ہر لحاظ سے ہو سکتا ہے۔ جہاد کی ان اقسام میں بلاشبہ قتال فی سبیل اللہ سب سے بڑا مقام رکھتا ہے۔ جہاد بالنفس کا درجہ سب سے بلند ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کسی فرد کو جہاد بالنفس سے واسطہ نہیں پڑتا۔ تو وہ قولی، فکری، مالی جہاد کو اختیار نہ کرے جہاد کی ان اقسام سے تو ہر وقت سابقہ پڑتا ہے اس لیے ان پر عمل پیرا ہونے میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے اس وقت ہمیں صرف زبان اور قلم کے جہاد کی بات کرنا ہے کیونکہ حضرت حسانؓ بن ثابت مجاہدوں کے اس قافلہ کے سپہ سالار تھے۔

زبان اور قلم سے جہاد کا کام آپ کے سپرد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکہ حضرت حسانؓ طبعی طور پر شاعر تھے وہ جاہلیت میں تمام اوس خزرج کے قبیلوں کے شاعر تھے ان دنوں آپ کے اشعار میں وہ تمام خوبیاں ملتی تھیں جو زمانہ جاہلیت کے عمدہ ترین اشعار میں ممکن تھیں عکاظ کے میلوں میں آپ بے اندازہ داد حاصل کرتے۔ عربی زبان کے ناقدین نے آپ کو اپنے دور کے تمام شہری شعرا پر فضیلت دی ہے۔

آپ کی ان اعلیٰ خصوصیات کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پہچان گئے۔ دوسرے جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کی عمر تقریباً ساٹھ برس کی تھی اس صورت حال میں آپ کے سپرد اس سے بہتر اور کون سا کام ہو سکتا تھا۔

اس قولی جہاد کی اجازت آپ کو خاص طور پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کی۔ قریش کے تین شاعر عبداللہ بن زاجری ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عمرو بن العاص حضورؐ کی ہجو کیا کرتے تھے کسی شخص نے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے درخواست کی کہ وہ اس کا جواب دیں۔ آپؓ نے فرمایا اگر دربار رسالت سے اجازت مل گئی تو میں تیار ہوں۔ آپ یوں بھی "انا مدینۃ العلم علی بابھا" کے مصداق تھے اس کام کو بخوبی ادا کر سکتے تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ وہ فاتح خیبر کو اس کام پر لگانے کی بجائے کسی اور موزوں شخصیت کا تقرر کرنا چاہتے تھے آپ نے کہا "یہ کام علی کا نہیں" پھر آپ نے فرمایا۔

"ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے ہتھیاروں سے اللہ کے رسولؐ کی مدد کی ہے کیا مانع ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے بھی ان کی مدد کریں"

اس پر حضرت حسانؓ نے اپنی خدمات پیش کیں اور اپنی زبان کا کنارہ ہاتھ میں پکڑ کر کہا کہ "بصریٰ اور صنعا کے تمام علاقوں میں کوئی زبان اور اپنی زبان سے مجھے خوش نہیں کر سکتا۔"

آپؐ نے پوچھا "تم قریش کی ہجو کیسے کرو گے! حالانکہ میں بھی ان میں سے ہوں۔

حضرت حسانؓ نے کہا "میں آپ کو ان سے اس طرح علیحدہ کر دوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال باہر نکال لیا جاتا ہے"

حقیقتاً آپ نے ایسی ہی بے مثال شاعری فرمائی اور ہجو کے اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کفار کی ہجو کا جواب دیجئے۔ روح القدس کی تائید آپ کے ساتھ ہے"

پھر اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ حضرت حسانؓ حضورؐ کی نعت سناتے۔ آپ کی مدح فرماتے مسلمانوں کی فتوحات کو بیان کرتے اور آپؐ ان کے اشعار کو پسند فرماتے۔ جب حضرت حسانؓ مشرکین کی ہجو بیان کرتے تو آپؐ کے لیے منبر کا اہتمام بھی کر دیا جاتا تھا۔

حضرت حسانؓ نے مدح رسولؐ میں اتنا کمال حاصل کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

زبان اور قلم سے کفار کے خلاف جہاد حضرت حسانؓ کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

"آپؐ ایسے ہی تھے جیسا کہ حسانؓ نے کہا ہے۔" آپ کے فن کے معراج کی اس سے بڑی اور کیا سند ہو سکتی ہے۔ مگر اس تعریف و ستائش کے باوجود آپ کلمۂ حق کس خوبصورتی سے ادا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اشعار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہیں کر رہا بلکہ حضور اکرم کی مدح سے میرے اشعار قابل تعریف ہو گئے ہیں۔ سرورِ کائنات کے حضور عقیدت کے یہ نذرانے فن کے شہکار ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ایمان کو جلا ملتی ہے۔ اور کفار ان کے پڑھنے سے مرعوب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؓ نے دین اسلام کی کامیابیوں کو جس عمدگی کے ساتھ اجاگر کیا ہے اور جس نفاست و بلاغت سے آپؓ نے کفار کے الزامات اور اعتراضات کا منہ توڑا ہے یہ سب سرمایہ قولی اور قلمی جہاد کا بہترین نمونہ ہے اور شاعرِ دربار رسولؐ کے ان مجاہدانہ کارناموں کو جہاد فی سبیل اللہ کا حقیقی مقصد ٹھہرایا جاتا ہے۔

دین اسلام کی تبلیغ اور اس کی حفاظت کا ذمہ اگرچہ ذات باری نے خود اٹھا رکھا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نور کی تکمیل فرمائے گا۔ اگرچہ یہ مشرکوں پر ناگوار ہے تاہم راہ حق پر چلنے والوں کے لیے یہ حکم موجود ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے قولی اور مالی و عملی میدانوں میں کوشاں رہیں۔

جہاد کی ان جملہ اقسام کی اہمیت کے بارے میں صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ سرورِ دو عالمؐ نے فرمایا۔

مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تھا اس کو اپنی امت میں سے مخلص پیروکار ملے جو اس کے طریقے کو مضبوطی سے اختیار کیے رہتے اور اس کے احکام کا اتباع کرتے پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے نالائق آتے جن کا یہ حال ہوتا کہ کہتے وہ جس پر عمل نہ کرتے اور کرتے وہ جس کی انھیں ہدایت نہ ہوتی۔ پس جس نے ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے۔ اور جس نے اپنے مال سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بعد رائی برابر بھی ایمان کا کوئی درجہ نہیں رہتا۔ زبان کے جہاد کا ذکر اس حدیث میں بھی واضح ہے سورۃ الفرقان میں تو غیر مسلموں کے اسلام کے بارے میں شبہات اور اعتراضات کا جواب دینے کا طریقہ بھی یوں بیان فرما دیا گیا۔

"تم ان منکرین اسلام کا کہنا نہ مانو اور قرآن کے ذریعے ان سے پورا پورا جہاد کرتے رہو"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآنی طریق استدلال اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ دلیلوں کی روشنی میں اسلام کی سچائی پھیلاؤ اور کفر کے جھوٹ کا پول کھول دو۔

حضرت حسانؓ کے کلام پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے دین اسلام کے فروغ کے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معاشرتی اصلاح

تحریر:
مولانا محمد تقی امینی
ناظم سنی دینیات مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

ہر جماعت اور حکومت معاشرتی اصلاح کی علمبردار ہے اس کا دائرہ چند بے خطر چیزوں کی اصلاح سے آگے نہیں بڑھتا۔ ذیل میں معاشرتی اصلاح کے لیے حضرت عمرؓ کی کوششیں ذکر کی جاتی ہیں۔ تاکہ اس کے بنیادی خد و خال نمایاں ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلم گھرانوں اور خاندانوں کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہے اگر ان میں تدبیر منزل کی خلاف ورزی یا کسی کی حق تلفی دیکھی تو فوراً اس کی اصلاح فرمائی مثلاً

(۱) نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی شادی میں تاخیر نہ ہونے دی۔

زوجوا اولادکم اذا بلغوا ولا تحملوا آثامهم ۱؎

تمہاری اولاد جب بالغ ہو جائے تو ان کا نکاح کر دو۔ ان کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھاؤ۔

(۲) حسب و نسب اور شرافت کے مصنوعی بتوں کو توڑ کر نئے معیار کی تاکید کی چنانچہ فرمایا۔

حسب المرء دينه واصله عقله ومروته خلقه ۲؎

مرد کا حسب اس کا دین ہے، نسب اس کی عقل ہے اور شرافت اس کا خلق ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

الحسب المال ۳؎

حسب مال ہے۔

غالباً یہ فرق اشخاص کے حالات کے لحاظ سے ہے۔

(۳) خوب صورت عورت کا بدصورت مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا۔

لا تنكحوا المرءة الرجل القبيح فانهن يحببن لانفسهن ما تحبون لانفسكم ۴؎

بدصورت اور بُرے مرد سے عورت کا نکاح نہ کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی عورتیں اپنے لیے پسند کرتی ہیں۔

(۴) مہر کی زیادتی سے روکا اور عام حالات کے لیے مہر کی ایک حد مقرر کی۔

لا تغالوا فی مهور النساء فانها لو كانت مكرمة فی الدنيا او تقوى عند الله لكان احقكم بها محمد صلى الله عليه وسلم

عورتوں کا زیادہ مہر مقرر نہ کرو اگر اس میں دنیوی شرافت ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(۵) عورتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا اور ان کی حق تلفی پر سخت کارروائی کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنی بیویوں کو طلاق دے کر اپنا سب مال لڑکوں میں تقسیم کر دیا جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو رجوع کرو اور مال کی تقسیم فسخ کرو ورنہ میں ان کو وارث بنا دوں گا اور تمہاری قبر پر سنگساری کروں گا۔

(۶) عورت کے مصنوعی حسن و جمال اور زیب و زینت کے جال میں پھنسنے سے منع کیا، چنانچہ فرمایا۔

اذا تم لون المرءة وشعرها فقد تم حسنها ۵؎

جب عورت کا رنگ اور اس کے بال ٹھیک ہوں تو اس کا حسن پورا ہے۔

(۷) گھریلو زندگی میں مرد کے لیے زیادہ باوقار اور منہ بند رہنا پسند نہ کیا۔

انی احب ان یکون الرجل فی اهله كالصبی فاذا احتيج اليه كان رجلا

مجھے یہ بات پسند ہے کہ مرد اپنے اہل و عیال میں بچہ کے مثل رہے اور جب اس کے پاس ضرورت لائی جائے تو مرد ہو جائے۔

(۸) اخلاق و کردار کی درستگی کے لیے ہر اس اقدام سے دریغ نہ کیا جس سے عورتوں اور مردوں کے خیالات و جذبات صاف ستھرے رہ سکیں اگرچہ بظاہر نظر میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہو۔ ایک مرتبہ خواتین آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ مدینہ میں سب سے زیادہ حسین و صبیح کون شخص ہے؟ ایک خاتون نے کہا کہ ابنا وہ "شغال" (یہ لقب تھا) سب سے زیادہ حسین و صبیح ہے، یہ گفتگو رات کو خواتین کی ایک نشست میں ہو رہی تھی، جس کو حضرت عمرؓ نے گشت میں خود ہی سن لیا تھا۔ دوسرے دن "شغال صاحب" کا پتہ لگایا گیا جو نہایت حسین و جمیل اور مردانہ بانکپن سے آراستہ تھے۔ دیکھتے ہی سر کے بال منڈوا دیئے اور پگڑی باندھنے کا حکم دیا لیکن اس ظالم کا نکھار و حسن اور بڑھ گیا۔

بالآخر "شغال" کو فوجی وردی پہنا دی گئی اور شیشہ گری و عشوہ طرازی سے نکال کر خارہ شگافی و جفاطلبی کی زندگی کی طرف بھیج دیا گیا۔

(۹) اسی طرح رات کو گشت کے وقت ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

الا سبیل الی خمر فاشربها
ام لا سبیل الی نصر بن حجاج

کیا شراب دستیاب ہونے کی کوئی صورت نہیں؟ کیا نصر بن حجاج سے ملاقات کی کوئی صورت نہیں؟

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نصر بن حجاج نہایت خوبصورت آدمی ہے جس کو عورتیں حسرت و آرزو کی نگاہ سے دیکھتی ہیں آپ نے بلا کر اس کے سر کے بال منڈا دیئے لیکن اس کے بعد وہ اور زیادہ خوب صورت نظر آنے لگا بالآخر کچھ رقم دے کر اس کو جلا وطن کر دیا گیا۔

(۱۰) عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماع پر پابندی لگائی اور ایسے واقعات پر سزا دی۔

ضرب عمر بن الخطاب رجالا ونساء ازدحموا على الحوض۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مردوں اور عورتوں کو سزا دی جو حوض پر جمع ہو گئے تھے۔

(۱۱) باندی کو زرق برق لباس پہن کر باہر نکلنے اور فتنہ انگیزی کرنے سے منع کیا۔ ایک باندی کو اس حالت میں دیکھ کر اپنی بیٹی حفصہؓ سے فرمایا۔

الم ار جارية اخيك تجوس الناس

کیا میں نے تیرے بھائی کی باندی کو نہیں دیکھا کہ لوگوں کو دیکھتی پھرتی ہے۔

اور پھر اس پر سخت نکیر کی۔

(۱۲) فوجی خدمات پر مامور شوہروں کو چار ماہ سے زیادہ باہر رہنے سے روک دیا۔

صورت یہ ہوئی کہ حسب دستور رات کو گشت کر رہے تھے ایک گھر سے عورت کے ایسے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں شہوانی جذبات کا اظہار تھا۔ عورتوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو ماہ تک شوہر کی جدائی برداشت کی جا سکتی ہے، تیسرے ماہ قوت برداشت میں کمی آ جاتی ہے اور چوتھے ماہ جذبات کی ہیجان انگیزی شباب پر ہوتی ہے۔ اس تحقیق کے بعد افسروں کو لکھ کر بھیجا کہ کسی شخص کو چار ماہ سے زیادہ باہر نہ روکا جائے۔

(۱۳) بیوی کے حقوق کی پامالی کی وجہ سے زیادہ عبادت کرنے سے منع کر دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ کعبؓ بن سعد حضرت عمرؓ کے پاس تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نے آکر کہا۔

ما رایت قط رجلا افضل من زوجی انه ليبيت ليله قائما ويظل نهاره صائما فی اليوم الحار ما يفطر۔

میں نے کوئی مرد اپنے شوہر سے زیادہ افضل نہیں دیکھا وہ شب بیداری کرتے اور دن میں روزہ رکھتا ہے گرمی کے دنوں میں بھی افطار نہیں کرتا۔

شوہر کی تعریف بیوی کی زبان سے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور کہا۔

مثلک اشنی بالخیر
تیری ہی جیسی عورت سے یہ توقع ہوسکتی ہے۔

وہ "عورت" حیاء کی وجہ سے زیادہ نہ کہہ سکی اور اُٹھ کر جانے لگی۔ کعبؓ بن سعد نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یہ عورت آپ سے مدد کے لیے آئی تھی۔ آپ نے اس کی کوئی مدد نہ کی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلا کر صورتِ حال کی وضاحت چاہی اور کہا "کعب کا خیال ہے کہ تو اپنے شوہر کی شکایت کر رہی ہے اس نے جواب دیا۔

اجل انی امرأة شابة وانی ابتغی ماتبتغی النساء۔

جی ہاں! میں ایک جوان عورت ہوں اور وہی چاہتی ہوں جو دوسری عورتیں چاہتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے شوہر کو بلا بھیجا اور یہ مقدمہ کعبؓ کے حوالے کر دیا اور انہوں نے یہ فیصلہ دیا۔

فانی اری لها یوماً من اربعة ایام کان لزوجها اربع نسوة فاذالم یکن غیرها فانی اقضی له بثلثة ایام ولیالیهایتعبد فیهن ولها یوم ولیلة۔

اس عورت کے لیے ہر چوتھا دن مخصوص ہوگا گویا چار عورتیں ہیں اور چوتھے دن اس کی باری آتی ہے اب جبکہ چار نہیں ہیں تو تین دن و رات عبادت کے لیے ہیں اور ایک دن و رات عورت کے لیے ہے۔

کعبؓ نے اس فیصلہ میں قرآنِ حکیم کی اُس آیت سے استدلال کیا جس میں بوقت ضرورت چار تک سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔

(۱۴) کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی مخالفت کردی۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودیہ سے نکاح کر لیا تو اس کی اطلاع پر علیحدگی کا حکم دیا۔ اس پر حذیفہؓ نے پوچھا کہ وہ حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں حرام تو نہیں کہتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگ بدکار عورتوں کے جال میں پھنس جاؤ گے۔

امام محمد نے اس واقعہ کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا جواب ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فانی اخاف ان یقتدی بک المسلمون فیختاروا نساء اهل الذمة لجمالهن وکفی بذلک فتنة لنساء المسلمین

میں ڈرتا ہوں کہ دوسرے مسلمان تمہاری پیروی کریں گے اور ذمیہ (کتابیہ) عورتوں کے جمال کی وجہ سے مسلم عورتوں پر ان کو ترجیح دیں گے۔ یہ بات بڑی آسانی سے مسلم عورتوں کیلئے فتنہ بن سکتی ہے۔

(۱۵) میل ملاقات میں معاشرتی امتیازات ختم کئے اور صورت یہ اختیار کی کہ رؤسا کو ثانوی حیثیت دی اور جن کو وہ کمتر سمجھتے تھے ان کو درجۂ اوّل پر رکھا۔

(۱۶) اپنی بیوی میں "بیگمات" کی خصوصیات نہ پیدا ہونے دیں بلکہ خدمت خلق اور رفاہ عام پر مامور کیا

چنانچہ ایک واقعہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ ایک رات گشت کر رہے تھے، کسی گھر سے "درد زہ" میں مبتلا عورت کے کراہنے کی آواز سنی، فوراً واپس اپنی بیوی ام کلثوم کو خدمت کے لیے لے گئے جو برابر نسوانی امور کی نگہداشت کرتی رہیں یہاں تک کہ فراغت ہوگئی۔

(۱۷) ہر قسم کے امتیازات ختم کرکے چرواہے کو بھی اسی طرح مستحق ٹھہرایا جس طرح دوسرے مستحق ہوتے ہیں۔

خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو ایسی حالت کر دوں گا کہ ایک چرواہا صنعا پہاڑی پر بکریاں چرا رہا ہوگا اور اس کا حصہ اس مال میں ہوگا۔

عورت اس وقت کے معاشرہ میں نہایت پست تھی پھر کاشت کار کی بیوہ عورت؟ جس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لان بقیت لارامل اهل العراق لادعهن لایحتجن الی احد بعدی۔

اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو ایسا بنا دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔

(۱۸) حکومتی طبقہ کے لیے عام حالات میں متوسط درجہ کی زندگی کا معیار پیش کیا۔ چنانچہ فرمایا۔

قوتی کقوت رجل من قریش لیس باغناهم ولاباَفقرهم۔

میری اور میرے اہل و عیال کی روزی اس قدر رہے کہ جتنی کہ قریش کے متوسط درجہ کے شخص کی ہوتی ہے جو نہ زیادہ مالدار ہو اور نہ زیادہ مفلس ہو۔

(۱۹) اعلیٰ افسران کے لیے خصوصی قانون نافذ کیے۔ مثلاً۔

۱- ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔
۲- باریک کپڑے نہ پہنیں۔
۳- میدہ کی روٹی نہ کھائیں۔
۴- لوگوں کی حاجتوں سے اپنے دروازے بند نہ کریں۔
۵- بیماروں کی بیمار پرسی کے لیے جایا کریں۔

اگر کوئی افسر ان باتوں کی خلاف ورزی کرتا تو اس کو سخت سزا دیتے یا معطل کر دیتے تھے۔

(۲۰) افسر اعلیٰ کے تقرر کے وقت اس کے پاس جسقدر مال و اسباب ہوتا اس کی مفصل فہرست تیار کرا کے دفتر میں محفوظ رکھتے اگر معمولی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے مواخذہ کرتے تھے۔

کان عمر بن الخطاب یکتب اموال عماله اذا ولاهم ثم یقاسمهم مازاد علی ذلک۔

حضرت عمرؓ جب کسی کو حاکم اعلیٰ بناتے تو اس کے اموال کی فہرست تیار کرتے پھر جو اس سے زیادہ ہوتا اس میں سے عوام کا حصہ نکال لیتے۔

(۲۱) اہل کتاب سودی کاروبار کرتے تھے ان کے ذبح خانے شہر سے ہٹانے کا حکم دیا تاکہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ مسلمان اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔۔!

ان الله تبارک وتعالیٰ قد اغنانا بالمسلمین۔

اللہ نے ہم کو مسلمانوں کی وجہ سے ان سے بے نیاز کر دیا ہے۔

(۲۲) دعوت کے کھانے میں خدام کو شریک کرنے کی تاکید کی اور خلاف ورزی کی صورت میں دعوت سے بغیر کھائے واپس آ گئے۔ چنانچہ رؤساء مکہ کی ایک دعوت میں خدام کھانے میں شریک نہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ نے پوچھا۔

ماری خدامکم لایاکلون معکم اترغبون۔

کیا بات ہے کہ ہم خدام کو کھانے میں شریک نہیں دیکھ رہے ہیں کیا تم لوگ ان سے اعراض کرتے ہو۔

صاحب خانہ نے جواب دیا۔

ولکنا نستأثر علیهم۔

ہم اپنے کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس پر حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے اور خادموں کو کھانے کا حکم دیا اور خود بغیر کھائے واپس آگئے۔

فقعد الخدام یاکلون ولم یاکل امیر المومنین۔

خادم بیٹھ کر کھانے لگے اور امیر المومنینؓ نے نہیں کھایا۔

غرض اس قسم کی بہت سی اصلاحات ہیں جن سے معاشرتی اصلاح کا پتہ چلتا ہے۔

(مرسلہ عبدالرحمٰن لدھیانوی، شیخوپورہ)

فکر و نظر

کتابیات سے نکاح کے اثرات

ایک عرب عالم کے قلم سے ....! (ترجمہ: مولانا محمد احمد قادری)

ماہنامہ بینات کراچی شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری مدظلہ العالی کی زیرِ ادارت شائع ہونے والا ایک بلند پایہ علمی، تحقیقی مجلہ ہے جو عامۃ المسلمین اور اہلِ علم حضرات کے لیے درپیش مسائل پر رہنمائی کرتا ہے۔ شوال المکرم ۱۳۹۲ھ کے شمارہ میں بینات نے کتابیات سے مسلمانوں کے نکاح کے بارے میں ایک عرب عالم دین کے تحقیقی مضمون کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ جس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے "بینات" کے شکریہ کے ساتھ یہ مضمون قارئینِ خدام الدین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

درحقیقت، یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس کے اثرات مسلم ممالک ہند، مصر، شام، اور کویت وغیرہ میں ظاہر ہو چکے ہیں، ان ممالک میں یہ فرنگی عورتیں مسلمانوں کی حیات اجتماعی میں گھل مل گئیں اور پھر انھوں نے اسلامی ثقافت و روایات کو ختم کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک وہ سازش کی جو سیاسی نتائج کی صورت میں دنیا کے سامنے آئی جس پر ایسا کوئی مسلم خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھ سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی اسلام اور مسلمانوں سے محبت و اخوت ہو۔

اس فتنہ کے مقابلہ اور سدباب کے لیے مسلم افراد کے مخلصین وہی ہیں جو اس فتنہ کو محسوس کریں اس کی حدود قائم کریں اور اس کے سدباب کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیں یہ قدم ان کی اسلام دوستی اور اہل اسلام کی خیرخواہی و ہمدردی کا آئینہ دار ہوگا۔

البتہ اس فیصلہ شرعی میں تغیر و تبدل یا ترمیم کیسے ممکن ہو سکتی ہے جو دلیل شرعی سے ثابت ہو وہ ذاتِ پاک جس نے قرآن پاک نازل فرمایا ہے بڑا ہی دانا اور علیم و خبیر ہے وہ تمام حکم و مصالح انسانی ضروریات و حاجات اور اسباب و عوامل کو بڑے ہی توازن و تناسب اور دقت نظری سے دیکھتا ہے،

چنانچہ اس حکیم و علیم کے احکامات اوامر کو ان کے مطابق ظروف و احوال پر صحیح صحیح منطبق کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے دائرۂ فکر و نظر کو بقدر امکان وسیع کریں، پھر ان کے اسباب و مصالح کو تفصیلی طور پر اس طرح پیش کریں، کہ ان میں سے کوئی مسئلہ اس شرعی اہمیت یا مراعات سے کم تر نہ ہو جو خود شریعت مطہرہ نے اسے دی ہے۔

چنانچہ وہ آیت پاک جو یہودی و نصرانی کتابیات سے مسلمانوں کو نکاح کی اجازت دیتی ہے، درج ذیل ہے:-

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ (وھن العفیفات) مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ (ای مہورھن) مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ (سورہ مائدہ ۵)

آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انھیں حلال ہے، اور حلال ہیں مسلمان پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں بھی کہ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (وہ بھی حلال ہیں) جبکہ ان کے مہر ادا کرو اور تم کو پاکدامنی بھی مقصود ہو۔ نہ کہ محض شہوت پوری کرنا اور خفیہ آشنائی کرنا۔

• اس آیت کی تفسیر میں علمائے سلف کا اختلاف

اس میں شک نہیں کہ علماء سلف رحمہم اللہ کا اس آیت پاک کی تفسیر میں بڑا اختلاف رہا ہے البتہ جمہور علماء نے ہر زمانہ میں اس آیت کے حکم کو اس کے ظاہری الفاظ اور عموم و اطلاق پر محمول کیا ہے کیونکہ جس ذاتِ پاک نے اس فرقان (کلام اللہ) کو تمام عالم کے لیے ڈرانے والا بنا کر اپنے مقرب بندے حضرت محمدؐ پر نازل فرمایا ہے وہ یقینی طور پر اس کے قوانین اور تشریعی احکام کی مصالح و حکمتوں کو بخوبی جانتا ہے چنانچہ وہ ذاتِ عالی اپنی مندرجہ ذیل آیت پاک

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ (سورہ مائدہ)

اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں بھی کہ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔

کے حکم میں کوئی تغیر و تبدل اور استثناء یا تخصیص کی ضرورت محسوس کرتا تو وہ بذاتِ خود اس حکم عام کو ضرور مقید کر دیتا۔ کیونکہ یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی حکمت تشریعی کے شایان نہیں کہ وہ احکام قانونیہ اور الفاظ کے بیان میں وہ محکم اور مخصوص الفاظ استعمال نہ کرے جو دنیاوی قانون دان استعمال کرتے ہیں جب یہ بات مسلم ہے تو ہمارا یہ خیال کیسے درست ہو سکتا ہے کہ اس حکم سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقصود مسلمانوں کو ایک مخصوص فرقہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ ہی نکاح کی اجازت دینا ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے تو اپنے اس حکم کو بیان کرنے کے لیے عام الفاظ اختیار فرمائے ہیں جو اہل کتاب کے تمام فرقوں کو شامل ہیں اور ان میں استثناء یا تخصیص کا کہیں قطعی اشارہ موجود نہیں اسی بنا پر جمہور صحابہ و تابعین اور آئمہ مجتہدین نے بغیر کسی قید و شرط کے اس آیت کو اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی عام اجازت پر محمول کیا ہے۔ بلکہ چند حضرات نے کتابیات سے نکاح بھی کیا اور اس اذنِ عام کی بنا پر ان کو اس بارہ میں ذرا تأمل نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی خاتون نائلہ بنت الفرافصۃ الکلبیہ سے نکاح کیا تھا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے ایک شامی یہودی خاتون سے نکاح کیا، اور حضرت حذیفۃ بن الیمان اور کعب بن مالک مغیرۃ بن شعبۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یا تو ان اہل کتاب خواتین سے نکاح کیا ہے یا نکاح کے لیے پیغام دیا۔

• حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی رائے

صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہی صرف ایک صحابی ایسے ہیں جو کتابیات سے نکاح کو مطلقاً جائز نہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مندرجہ ذیل آیت پاک میں مومنین کے لیے مشرک عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔

وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ (سورہ بقرہ)

تم مشرک عورتوں سے نکاح ہرگز نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میرے علم میں اس سے بڑھ کر کوئی شرک نہیں ہو سکتا کہ کوئی (عورت) یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا رب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا کسی دوسرے انسان کو اپنا رب بنائے چنانچہ ہر اس کتابی عورت سے نکاح کرنا حرام ہوگا جس کے عقیدہ میں کفر و شرک موجود ہو۔ موصوف نے "والمحصنات کی تفسیر "مسلم خواتین" سے کی ہے چنانچہ ان کی رائے کے بموجب آیت پاک کے معنی یہ ہوں گے: اے مومنو! تم کو ان کتابی عورتوں سے بھی نکاح کرنے کی اجازت ہے جو اسلام لے آئی ہوں"

لیکن حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی جس کے مختلف اسباب ہیں اس موقع پر مختصر طور سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ سبحانہٗ نے "قرآن پاک" میں اہل کتاب کے جتنے عقاید کا ذکر کیا ہے وہ سب صریح کفر و شرک پر مبنی ہیں۔

چنانچہ اہل کتاب کا عقیدہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ المسیح بن مریم ۔

واللہ سے مراد مسیح ابن مریم ہیں،

ایک دوسری آیت میں ان کے عقیدہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہ ثالث ثلاثۃ (اللہ تین خداؤں میں سے ایک خدا ہے)

یا یہودیوں کا یہ کہنا۔ عزیر بن اللہ (حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں) یا نصرانیوں کا عقیدہ: المسیح ابن اللہ (مسیح اللہ کے بیٹے ہیں)

ان عقائد کے علاوہ یہود و نصاریٰ کی طرف شرک و کفر کے الفاظ بھی منسوب ہیں لیکن اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہٗ نے کتاب اللہ میں کسی موقعہ پر بھی ان کو "مشرکین" کے نام سے ذکر نہ کیا حالانکہ کفار کے لیے لفظ "مشرکین" کی اصطلاح مقصود ہے، اور ہر موقعہ پر حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو "اہل کتاب" کے نام سے ہی ذکر کیا ہے یا ایسے الفاظ سے جو اس کے ہم معنی تھے۔ آپ قرآن پاک کو اوّل سے آخر تک پڑھ جائیے آپ اس میں تین فرقوں کا ذکر پائیں گے۔

(۱) کفار و مشرکین کا گروہ۔ یعنی وہ لوگ جن کے پاس کوئی سماوی کتاب موجود نہیں خواہ وہ تحریف شدہ ہو یا غیر تحریف شدہ۔

۲۔ اہل کتاب کا گروہ، یعنی وہ لوگ جو انبیاء برحق میں سے کسی نبی پر ایمان رکھتے ہوں اور کتب سماویہ میں سے کسی کتاب پر ان کا عقیدہ ہو۔ البتہ اس ایمان و اعتقاد میں انہوں نے عملی اور اعتقادی دونوں اعتبار سے ضلالت و گمراہی کی آمیزش کر دی ہو اور راہ حق سے ہٹ گئے ہوں۔

۳۔ ایمان والوں کا گروہ، یعنی وہ لوگ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہوں۔ خواہ ان کے آباؤ اجداد مسلمان تھے۔ اس لیے وہ اسلامی ماحول میں ہی پیدا ہوتے یا ان کا تعلق پہلے اہل کتاب کے کسی گروہ سے تھا اور بعد میں اسلام لے آئے ہوں یا ان کا کسی مشرک گروہ سے تعلق تھا اور بعد کو اسلام لے آئے۔

قرآن پاک نے ان تینوں فرقوں کو اس انداز میں ذکر کیا ہے جس سے ان کا باہمی فرق کلیۃً واضح ہو جاتا ہے اور اشتباہ کی مطلق گنجائش نہیں رہتی چنانچہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ قرآن پاک میں لفظ "اہل کتاب" سے تخاطب ہو اور مراد مشرکین لیے جائیں یا لفظ "مشرکین" اور "کفار" بول کر یہود و نصاریٰ مراد لیے جائیں۔ یا "اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ" کہہ کر مسلمان مراد لیے جائیں۔

چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں جہاں ارشاد فرمایا ہے

وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ ۔

مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرو۔

پھر دوسری آیت پاک میں فرمایا۔

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ ......

آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں،

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ ۔ (الآیۃ) سورۃ مائدہ)

...تا۔ اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں بھی جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی۔

اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس موقعہ پر پہلی آیت پاک میں "مشرکات" سے "کتابیات" ہرگز مراد نہیں بلکہ ان "مشرکات" سے کتابیات کے علاوہ بت پرست اور مشرک عورتیں مراد ہیں۔

اور اگر ہم لفظ "مشرکات" اور "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ" سے یہ اصولی معنی مراد نہ لیں۔ تو قرآن پاک کی ان دو آیتوں میں ایسا صریح تعارض لازم آئے گا جس کا ازالہ صرف یہ کہہ کر ہی نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقعہ پر "اَلْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ" سے یہود و نصاریٰ کی وہ عورتیں مراد ہیں جو اسلام لے آئی ہوں، یا اس آیت پاک سے وہ کتابی عورتیں مراد ہیں جنہوں نے کفر و شرک سے اجتناب کر لیا ہو۔ کیونکہ ان کی تردید تین وجوہ سے ہوتی ہے۔

(۱) حق تعالیٰ شانہٗ نے "وَالمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب" سے پہلے یہ ارشاد فرمایا ہے "والمحصنٰت من المؤمنات" اور "مومنات" سے صرف وہی عورتیں مراد نہیں جو دین اسلام پر پیدا ہوئی ہوں بلکہ اس لفظ سے وہ عورتیں بھی مراد ہیں جنہوں نے اپنا سابق دین چھوڑ کر اب اسلام قبول کر لیا ہو چنانچہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے مومنات سے مطلقاً نکاح کرنا جائز قرار دے دیا۔ جب کہ مومنات میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو اسلام لانے سے قبل یہودی و نصرانی تھیں، تو پھر اس کے ہوتے ہوئے ان کے ذکر کے بعد دوسری آیت پاک "المسلمات من الذین اوتوا الکتاب" کے مستقلاً ذکر کرنے کی کیا حاجت تھی (کیونکہ اگر یہ مفروضہ بات کہ— المحصنات من الذین اوتوا الکتاب" سے وہ کتابیات مراد ہیں جو اسلام لے آئی ہوں تو اس آیت پاک "مسلمات من الذین اوتوا الکتاب" کے معنی کیا ہوں گے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔)

(۲) اس آیت پاک سے قبل بھی اسی قسم کا ارشاد ہے۔

وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ

اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔

تو کیا یہاں بھی ان سے وہ یہودی اور نصاریٰ مراد ہیں جو اب اسلام لے آئے ہوں؟ اس کا جواب اگر نفی میں ہے تو وہ کون سی بنیاد ہے جس کی بناء ایک ہی آیت کے ایک حصہ سے "اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ" اہل کتاب مراد لیے جائیں۔ اور دوسرے حصہ سے اس کے برعکس دوسرے معنی مراد لیے جائیں۔

(۳) اہل کتاب کا وہ کونسا فرقہ ہے جو شرک و کفر سے بری ہو؟ اور اب ان میں اللہ رب العزت کے بارے میں..... صحیح عقائد کہاں موجود ہیں؟ اور اب وہ چشمہ ہدایت کہاں سے آئے گا جس سے وہ لوگ ہدایت حاصل کریں؟ انھوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی اصل تعلیمات کو کبھی سے مسخ اور محرف کر کے رکھ دیا ہے تو اب ان کے لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ تحریف کے بعد بھی صحیح اعتقاد کو پالیں اور ان کا ایک فرقہ اس سبب سے صراط مستقیم پر چلنے والا سمجھا جاتے ان باتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کہنا بالکل درست نہیں کہ "الذین اوتوا الکتاب" جو آیت پاک "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ" میں مذکور ہے اس آیت سے صحیح الاعتقاد یہودی یا نصرانی فرقہ مراد ہے۔

لیکن وہ آیات جن کے مطالعہ سے انسان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں سلیم العقیدہ فرقے بھی موجود تھے (تو یہ بات درست نہیں) بلکہ درحقیقت یہ آیات ان اہل کتاب کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو کتاب اللہ پر ایمان لے آئے تھے اور جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر لی تھی یا وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی طہارت باطنی اور سلیم طبعی کی بنا پر قریب تھے کہ ایمان لے آئیں۔

رہی اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہود و نصاریٰ میں اس جیسا کوئی فرقہ موجود ہے تو بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے ارشاد پاک "اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ" کو کسی ایسے اصول کے ساتھ مقید کیا ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ آیت پاک اہل کتاب کے محض ایک مخصوص فرقہ سے متعلق ہے اور تمام اہل کتاب کو شامل نہیں، حالانکہ یہ بات ہرگز درست نہیں جب کہ ایسی کوئی بنیاد نہیں تو ہم اہل کتاب کے عقائد کی جستجو میں کیوں مشغول رہتے ہیں اور یہ قیاس کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایک مخصوص فرقے یا اہل کتاب کے فلاں فرقے کی عورتوں سے نکاح کرنا درست ہے اور باقی اہل کتاب کے فرقوں کی عورتوں سے نکاح کرنا درست نہیں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: شذرات

مسلم لیگ کے راہنما انہی اصولوں پر چلتے جو تحریک پاکستان کی بنیاد بنے تھے تو ملک کبھی نہ ٹوٹتا۔

(حریت کراچی ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء)

پاکستان کے جنرل سیکرٹری نے اعتراف حقیقت کے طور پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ مبنی بر صداقت ہیں واقعۃً اگر مسلم لیگ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ کر دیتی اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران جانثاران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے گولیوں سے چھلنی نہ کرتی تو مسلم لیگ آج خداوند قدوس کے عذاب میں مبتلا ہو کر اس طرح زبوں حالی اور زوال کا شکار نہ ہوتی۔ مسلم لیگ کے رہنماؤں کو آج بھی اپنے گناہوں سے اور ان سنگین مظالم سے توبہ کر لینی چاہیے جو اس نے اپنے دور اقتدار میں بے گناہ انسانوں اور عاشقان رسولؐ پر ڈھائے تھے ورنہ وہ ایسی ذلت و رسوائی کا شکار ہوگی کہ اس کا نام و نشان تک نہ مل سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اے محمدؐ! ہم نے آپ کو صاحب کوثر بنایا ہے آپ اپنے رب کی نماز ادا کریں۔ اور قربانی کریں بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان اور ذلیل و خوار ہوگا۔

قسط اوّل

چشمۂ ہدایت

سید حفیظ احمد
ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

ہدایت کا موضوع نیا ہے نہ انوکھا۔ لیکن صاحب مضمون نے آیات قرآنی کی اساس جو ترتیب پر اس کو جس انداز سے پیش کیا ہے وہ ضرور نیا ہے قرآن کریم ایسی جامع اور ضخیم کتاب سے ایسی تمام آیات کو (الحمد تا والناس) چن چن کر یکجا کرنا جو ایک ہی موضوع سے تعلق رکھتی ہوں بجائے خود ایک ...... کارنامہ ہے۔ اگرچہ مولف نے انہی خطوط پر قرآن حکیم کے دیگر موضوعات (مثلاً کلام ربانی، آئین اسلام، منبع حکمت، پرتو تاریخ اسرار کائنات اور نقشۂ آخرت ...... وغیرہ) کو بھی تحقیق و جستجو کے لیے منتخب کیا ہے۔ سردست ہم ان کی کتاب چشمۂ ہدایت کے ایک باب سیرت و کردار سے اقتباسات پیش کرتے ہیں جس میں صالح و گمراہ دونوں قسم کے لوگوں، ان کے اعمال و افعال اور جزاء و سزا کا خلاصہ رقم کیا گیا ہے اس طرح نہ صرف حق و باطل کا بیک وقت موازنہ آسان ہو جاتا ہے بلکہ تحقیق کاروں کے ہاتھ بھی بہت سا مواد آجاتا ہے اگر قارئین نے پسند کیا تو خدام الدین کی آئندہ اشاعتوں میں پوری کتاب قسط وار پیش کی جائے گی۔ (ادارہ)

سیرت و کردار

حصول ہدایت ــــــ انجامِ ضلالت

صالح افراد	سیرت و عمل	جزا و صلہ	حوالہ (آیت۔ رکوع۔ پارہ)
متقین	ایمان بالغیب، قیام نماز، اللہ کی راہ میں خرچ۔ جو کچھ حضورؐ پر اور آپؐ سے پہلے انبیاء پر اترا اس پر اور آخرت پر ایمان	(اللہ کی طرف سے) ہدایت اور فلاح یافتہ ہونے کی سند	سورہ بقر ۲/۵-۱-۱
مومنین و صالحین	ایمان و اعمال صالح اور یقینِ حق	جنت کی خوشخبری	۲۵-۳-۱
خاشعین	اللہ سے ملاقات کا علم اور اس کی طرف لوٹ جانے کا یقین	" "	۴۶-۵-۱
مومنین	اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اور عمل صالح	خوف و حزن سے آزادی	۶۲-۸-۱
"	ایمان و عمل صالح	دائمی بہشت	۸۲-۹-۱
مخلص مسلمان	(سراپا تسلیم و رضا)	اللہ سے اجر (خاص) خوف و حزن سے بریت	۱۱۲/۱۱۳-۱۳-۱
بعض اہل کتاب (نمونۂ مومن)	کتاب حق کی تلاوت اور اس پر ایمان	— — — —	۱۲۱-۱۴-۱
مخلصین	ابراہیمؑ و آل ابراہیم کی طرح توحید پرستی	— — — —	۱۳۱/۱۳۲-۱۶-۱
	صحیح عقائد، تمام انبیاء کی برابر عزت و تکریم		۱۳۶/۱۶/۱
صابرین	ہر قسم کی آزمائش میں استقلال	اللہ کی طرف سے خیر سگالی و رحمت	۱۵۳/۱۵۷-۳-۲
(تائبین)	توبہ و اصلاحِ احوال	" معافی و مہربانی	۱۶۱-۳-۲
مومنین	اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت	— — — —	۱۶۵-۴-۲
حق پرست اور پرہیزگار	یوم آخرت، ملائکہ اور انبیاء پر ایمان، اللہ کی راہ میں خرچ، قیام نماز و زکوٰۃ اور وعدہ کی پابندی	(اللہ کی طرف سے) صدقِ اتقاء کی سند	۱۷۷-۶-۲
بعض لوگ	دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی طلب	اچھی کمائی	۲۰۱/۲۰۲-۹-۲
"	راضی بہ رضائے الٰہی	اللہ کی شفقت	۲۰۷-۹-۲
"	تقویٰ و پرہیزگاری	قیامت کے دن کافروں پر فوقیت	۲۱۲-۱۰-۲
"	اختلافی مسائل میں حق کی دلیل ٹھہرانا	حصول ہدایت، صراط مستقیم	۲۱۳-۱۰-۲

گمراہ لوگ	سیاہ کاریاں	کیفرِ کردار	حوالہ (آیت۔ رکوع۔ پارہ)
یہودی کافر	ڈھیٹ کی انتہا۔ انہیں ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔	دل، آنکھوں اور کانوں پر مہریں، بڑی سزا	۷-۱-۱
منافقین	قول و فعل میں تضاد، اللہ اور مسلمانوں سے فریب و تمسخر، ہدایت کے بدلے گمراہی کی خریداری اور فساد	مستوجب غضب الٰہی اور اللہ کے احاطۂ گرفت میں	۸/۲۰-۲-۱
یہودی کافر	کلام اللہ پر اعتراض و تنقید	گمراہی کی سند	۲۶-۳-۱
فاسقین	اللہ سے بدعہدی اور فساد فی الارض	خسارہ ہی خسارہ	۲۷-۳-۱
جملہ کفار	آیاتِ خداوندی کا انکار	دائمی جہنم	۳۹-۴-۱
"	حق کو چھپانا، احسان ناشناسی صرف اوروں کو نصیحت	گمراہی کی سند	۴۲/۴۴-۵-۱
بگڑے یہودی	قتل انبیاء، کفرانِ نعمت اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ کی طلب، گنہگاری اور حد سے تجاوز	ذلت و مسکنت اور اللہ کا غضب	۶۱-۷-۱
اہل سبت	یوم سبت (ہفتہ کے دن چھٹی) کی بے حرمتی۔ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی	پھٹکارے ہوئے بندروں کی صورت میں خوفناک سزا	۶۵-۸-۱
ڈھیٹ یہودی	حق کو چھپانا، کتاب مقدس میں تحریف، برخود غلط دینداری۔ عہد خداوندی سے گریز، بعض احکام تسلیم بعض کا انکار	"خرابی" کی مہر "اصحاب النار" کا لقب دنیا میں بھی رسوائی اور آخرت میں بھی رسوائی اور سخت سزا	۸۳/۸۶-۱۰-۱
یہودی کافر	تکبر، تکذیب حق اور قتل انبیاء (بنی اسماعیل سے) حسد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے باوجود انکار	دلوں پر پردے اور اللہ کی لعنت اور غضب پر غضب	۸۷/۹۹-۱۱-۱
"	جبرئیلؑ، میکائیلؑ سے دشمنی، تعلیمات تورات سے لاپرواہی، عہد سلیمانی میں شیطانوں سے سحر و ساحری سیکھنے کا شغل	آخرت میں کوئی حصہ نہیں	۹۷/۱۰۲-۱۲-۱

غم کے آنسو

سیّد العارفین نور الزّاہدین المہاجر المکی المدنی
مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر

۲

الشیخ الفاضل
مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی
استاذ جامعہ اشرفیہ
، لاہور ،

دم العشاق من سیف الفراق — جرٰی و الدمع جار للمآقی
اہل محبّت کا خون شمشیر فراق سے بہا — اور آنسو دائماً آنکھوں سے پیوست ہیں

سفحنا بعد موتك، یاحبیبی — بحور الدّمع تجری فی اندفاق
اے مولانا حبیب اللہ، آپ کی موت پر ہم نے آنسو کے وہ دریا بہا دیئے — جو ہر وقت موجزن ہیں

لخیل الحزن فی الصدر اجتماع — تنادی النّاس حیّ علی الفراق
غم کا لشکر سینے میں جمع ہوکر لوگوں کو فراق — فراق کی صدائیں دینے لگا

وبستان التّلاوة، روض ذکرٍ — تصوّح بعد ریّ من حقاق
تلاوت کا باغ ذکر اللہ کا باغیچہ — اس مصیبت کے باعث ایک مدّت تک شاداب رہنے کے بعد اب خشک ہوگیا

لهٗ شانٌ وحاشا ان یسامٰی — ومجد لا یجارٰی باستباق
مرحوم کی شان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا — اور نہ مرحوم کی بزرگی کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے

سلوا البیت الحرام، اذا وردتم — اما وافاه مع ضیق الخناق
لوگو، خانہ کعبہ سے پوچھ لو، پہنچنے کے بعد — کہ مولانا مرحوم نے تکالیف و امراض کے باوجود اس کی لاج رکھنے کا کتنا خیال رکھا

ایا بدر، الذی اسنٰی زمانا — وامسی الیوم، لهفی، فی المحاق
اے وہ بدر، جو ایک زمانہ تک جہاں تاب رہا — لیکن افسوس، کہ آج تاریکی میں ڈوب گیا

هی الدّنیا تنادی کل حي — الا تفنی الورٰی و اللّٰه باق
دنیا بہ زبانِ حال ہر زندے کو یہ آواز دے رہی ہے — خبردار، ہر انسان فانی ہے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی ہے

حیاة الناس عاریة تؤدّی — الی الباری علٰی رغم الرّفاق
لوگوں کی حیات اللہ تعالیٰ کی امانت ہے — جو بہر صورت اللہ کے سپرد کرنا ہوگی۔ اگرچہ ساتھی نہ چاہیں

تمرّ کانها اضغاث حلم — ومرّ الماء فی تلك السّواقی
زندگی یوں عجلت سے گزر رہی ہے — جیسے خواب پریشان اور آبِ رواں ان نہروں میں

و روح الحیّ عاریة تؤدّی — الی الرّحمٰن تأدیة الصّداق
ہر زندے کی روح خدا کا عاریہ ہے — اُسے واپس خدا تعالیٰ کے حوالہ کرنا ایسا ضروری ہے، جیسے قرض و مہر کی ادائیگی

وکل النّفس ذائقة حمامًا — وکاس حمامها مرّ المذاق
ہر نفس موت چکھنے والا ہے — لیکن موت کا یہ پیالہ بڑا تلخ اور کڑوا ہے

امولانا عبید اللّٰه، کنتم — ثلاثة اخوة خیر الشّقاق
اے مولانا عبید اللہ انور مدظلہ تم — تین افضل ترین نیک بھائی تھے

حبیب اللّٰه، محبوب البرایا — حمید اللّٰه محمود المساق
ایک بھائی تھا مولانا حبیب اللہ، کل مخلوق کا محبوب — دوسرا مولانا حمید اللہ نیک سیرت

فخلفك الحبیب وقبل ھٰذا
سو آج مولانا حبیب اللہ نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا
حمید اللہ ابکیٰ بانطلاق
جب کہ قبل ازیں مولانا حمید اللہ نے اپنے انتقال سے رُلایا،

وانتم فیض والدکم فطوبیٰ
تم تینوں اپنے والد مرحوم کا جاری فیض ہو،
لمثلکم ابًا وابنًا یساقی
کتنے مبارک ہیں تم جیسے باپ. بیٹے جو نیکیوں میں ایک دوسرے کے معاون ہیں

وکُلّکمُ اتوا ماأتیٰ ابیھم
تم میں سے ہر ایک اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلا
ونالوا مثلہٗ اعلی المراقی
اور باپ کی طرح بلند درجات حاصل کئے

وکلّکم سراجٌ بل کنجم
ہر ایک دین کا چراغ بلکہ ستارے
وبدر بل کشمس فی ائتلاق
اور بدر بلکہ روشنی میں آفتاب کی مانند ہو،

وفیضکم کعین بل کنھر
تمہارا دینی فیض چشمے کی مانند بلکہ دریا
وبحر بل کغیث فی انطباق
اور سمندر کی طرح ہے. بلکہ موسلا دھار عالمگیر بارش کی مثل

عُبید اللہ انور لست فذًّا
اے مولانا عبید اللہ انور صاحب، آپ تنہا نہیں ہو
بھٰذا الغمّ مشتدّ العناق
اِس غم میں، جو سخت مصیبت والا ہے

ولیّ اللہ، لا تحسب اخاکم
اے ولی اللہ، آپ اپنے بھائی کے بارے میں یہ گمان نہ کر
غریبا مات لا یبکیہ لاق
کہ وہ مسافر مرا، جس پر کوئی ملنے والا نہیں رویا

فیبکیہ الورٰی عربًا وعجمًا
سو اِس پر کُل عرب و عجم
ومن فی الباك اومن فی العراق
اور اہالیانِ پاکستان و عراق سب ماتم کُناں ہیں،

ویبکیہ الصّفا والمروۃ دومًا
صفا مروہ ہمیشہ کے لئے رو رہے ہیں
ومکۃ والمدینۃ بالفواق
اور مکّہ مکرمہ اور مدینہ طیّبہ بھی دھاڑیں مار مار کر

وبیت اللہ والرکن الیمانی
اور خانہ کعبہ رکنِ یمانی
وزمزم والمنیٰ ممّا یلاقی
زمزم اور منیٰ بھی روتے ہیں، ان پر آنے والے غم کی وجہ سے

ویُبکی مسجد الحرمین حزنًا
نیز مسجدِ حرم، مسجدِ مدینہ اور جنتی
وروضۃ جنّۃٍ مثل النیاق
روضہ بھی غمگین اونٹنیوں کی طرح

وحیتان البحور وطیر جوٍّ
اِسی طرح سمندر کی مچھلیاں، فضا کے پرندے
وانس ثمّ جنّ بالوفاق
انسان و جنّات باتفاق گریاں ہیں،

وعرش اللہ مع قلم ولوح
نیز عرشِ خدا اور لوح و قلم
وھٰذی الارض والسبع الطباق
یہ زمین اور سات آسمان رو رہے ہیں

فربّ ارزقہ فی عدن قصورًا
اے اللہ، اسے عنایت کیجئے جنتِ عدن میں کوٹھیاں
وجنّاتٍ مع الکاس الدّھاق
اور باغات اور نعمتوں سے پُر پیالے

ونوّر قبرہ وانحلہ روحًا
اس کی قبر کو منوّر کیجئے اور اسے روح
وریحانًا وراحًا لاغتباق
و ریحان سے نوازیں اور پینے کے لئے جنّتی شراب سے

الا فاذھب فنھدی کلّ یومٍ
جائیے، ہم ہر روز دعا و سلام کے ہدایا
تحیّاتٍ الیٰ یوم التلاق
بھیجتے رہیں گے تا قیامت

اُمّ القرآن

گر تو مے خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن!

عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) آئینۂ قرآن ہے اور سب سے بہتر سورۃ قرآن عظیم میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ سورۃ قرآن کی تمام سورتوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ تمام قرآن کا نچوڑ ہے۔ یہ سات آیتوں کا مجموعہ ہے جو ہمیشہ ہر نماز میں دہرائی جاتی ہیں۔ سات چھوٹے چھوٹے بول ہیں۔ اس کا ہر لفظ صاف اور دل نشین معانی کا نگینہ ہے جو اس انگوٹھی میں جڑ دیا گیا ہے۔ اسی لیے سبع مثانی بھی کہلاتی ہے۔ یہ سورۃ عرش کے خزانہ کے نیچے سے اُتری ہے۔ یہ سورۃ مناجات بھی ہے۔ کیونکہ بندے نماز کی حالت میں اس سورۃ کے ساتھ اپنے پروردگار سے مناجات کیا کرتے ہیں۔

اس سورۃ کا نام شافیہ بھی ہے کیونکہ اس سورۃ میں ہر مرض کے لیے شفا ہے۔ یہ سورۃ الہامی کتاب کی اصل ہے اسی لیے اسے اساس القرآن بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں بندوں کو اللہ سے مانگنے کا طریقہ سکھلایا گیا ہے۔ اسی لیے یہ سورۃ تعلیم المسئلہ بھی ہے۔ ایک دفعہ پڑھنے سے سارے قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ الغرض فاتحہ کا دوسرا نام قرآن عظیم ہے۔

قرآن حکیم خدا کے عطایا میں سے سب سے بڑا عطیہ ہے۔ اس لیے اس نعمت کا شکریہ بھی بہت ضروری ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ نمازوں میں اس سورۃ کو ضرور پڑھتا ہے کیونکہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ "لَا صَلوٰۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ"۔

خدا تعالےٰ نے اس چھوٹی سی سورۃ میں نہایت خوش اسلوبی سے علمِ شریعت، علمِ طریقت اور علمِ حقیقت بیان کر دیے ہیں جن کے لیے انبیاء علیہم السلام آئے اور لوگوں کو قبول و تصدیق کرانے کے معجزات دکھلائے۔ اس لیے یہ سورۃ سارے قرآن کا عطر ہے۔ توراۃ، انجیل اور قرآن میں اس سورۃ کے برابر کوئی سورۃ نہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق عقائد۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، وہ موجود ہے، ہر چیز کا اس کو علم ہے۔ دیکھتا سنتا ہے، ازلی ہے، ابدی ہے، ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے، یہ سب صفات الحمد للہ رب العالمین میں مذکور ہیں۔ وہ تمام عالم کا مربی ہے، وہ رحمٰن اور رحیم ہے

ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق جزا پائے گا۔

اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ میں بے شمار وہ علوم جن کو تمام انبیاء اپنی کتابوں میں عہدِ آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) تک جمع نہ کر سکے۔ بسم اللہ میں اسمائے الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ رحمٰن اور رحیم میں صفاتِ کمالیہ، رب العالمین میں تربیت حیوانات، نباتات اور جمادات بتلائی ہے۔ مالکِ یوم الدین میں جزا و سزا (سعادت اور شقاوت) کی اطلاع ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین میں عباداتِ قلبی و قالبی، مالی اور بدنی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم میں اخلاقِ انسانیہ سخاوت، شجاعت اور صبر و قناعت۔ صراط الذین انعمت علیہم میں انبیاء علیہم السلام کے مباحثِ نبوات اور ولایت، تمام انبیاء اور پیروؤں کی تاریخ اور شریعت مجملاً بیان کر دی۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں تمام کفار اور مشرکین کے حالات اور ان کے مذاہبِ باطلہ اور عقایدِ بد کی طرف اشارہ ہے۔

اس سورۃ میں پہلے تو خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا سکھلائی گئی ہے۔ بندہ اپنا اخلاص اور انکسار ظاہر کرتا ہے۔ پھر سیدھے راستہ کے لیے دعا کرتا ہے ہر نماز میں دو بار اس سورت کا پڑھنا واجب ٹھیرایا گیا۔

اس سورۃ کو امّ القرآن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں مطالب قرآنی کی جامعیت اور مرکزیت ہے۔ یہ سورۃ قرآن کریم کا دیباچہ اور آئینہ ہے۔ اس میں عقائد و اعمال کی اصلاح بھی ہے۔ تہذیبِ نفس، ادب اور اخلاق کی تعلیم بھی ہے۔ پورا علم شریعت، طریقت اور حقیقت اس میں موجود ہے انبیاء، شہداء، صدیقین اور صالحین کی تعریف بھی ہے، منافقین اور کافروں کی برائی بھی ہے۔ فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف ترغیب اور نافرمانی اور سرتابی سے تہدید اور ممانعت بھی ہے۔

جو کچھ پورے قرآن میں ہے اس کا خلاصہ صرف یہ سورۃ ہے۔ حق تعالےٰ کی راہ کے سات دروازے ہیں اور یہ سات آیات ان دروازوں کی چابیاں ہیں (۱) ذکر (۲) شکر (۳) امید (۴) خوف (۵) اخلاص۔ (۶) دعا (۷) سابقہ انبیاء اور صلحاء کے ساتھ اُنس۔

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ذکر کی کنجی ہے۔

۲۔ الحمد للہ رب العالمین۔ شکر کی کنجی ہے۔

۳۔ الرحمٰن الرحیم۔ امید کی کنجی ہے۔

۴۔ مالک یوم الدین۔ خوف کی کنجی ہے۔

۵۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اخلاص کی کنجی ہے۔

۶۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ دعا کی کنجی ہے۔

۷۔ صراط الذین۔تا۔ولا الضالین۔ اُنس کی کنجی ہے۔

قرآن مجید میں جس قدر بھی خدا تعالےٰ کی بزرگی اور ثنا ہے سب الحمد للہ کے دامن تلے موجود ہے۔ اور جتنے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ حمیدہ قرآن میں مذکور ہیں سب لفظ "ربّ" میں داخل ہیں۔ تمام مخلوق کا ذکر "رب العالمین" میں ہے۔ جتنا بخشش کا ذکر قرآن میں ہے وہ سارا الرحمٰن اور الرحیم میں موجود ہے۔ قیامت کے خوفناک واقعات کا ذکر مالک یوم الدین میں ہے۔ قرآن کی تمام عبادت و اطاعت کا ذکر ایاک نعبد و ایاک نستعین میں داخل ہے اور اسی میں سوال اور عاجزی کا ذکر ہے۔ طلب ہدایت اھدنا الصراط المستقیم میں مذکور ہے۔ انعام و اکرام مقربین کا ذکر صراط الذین انعمت علیہم میں موجود ہے۔ مشرکوں اور کافروں کا بیان غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے ماتحت مندرج ہے۔ پس ثابت ہوا کہ الحمد شریف تمام قرآن کا آئینہ ہے۔

سُورۂ فاتحہ کا منظوم ترجمہ

ابتدائے کار کرتا ہوں خدا کے نام سے!
جس کا شیوہ ہے سلوک و رحم، خاص و عام سے
حمد بے پایاں ہیں ربّ کبریا کے واسطے
پرورش ہے عام جس کی دوسرا کے واسطے
رحمتِ ربّ عُلا دنیا و دیں پر عام ہے!
عام کو پھر خاص کرنا بھی اسی کا کام ہے
مالکِ روزِ جزا ہے وہ خدائے کردگار
جوہرِ مخفی اور ہر اک شے کا ہے اس پر آشکار
تو ہی لائق ہے عبادت کے خدائے ذوالجلال
بے مدد تیری بشر کچھ کام کر لے کیا مجال
اے خدائے پاک! ہم کو راستہ سیدھا دکھا
راستہ اُن کا تیرا انعام تھا جن پر ہوا!
راہ نہ تو ان کی دکھا جن پر غضب نازل ہوا
گمرہوں کی راہ سے بھی اے خدا ہم کو بچا!
(آمین) محمد نعمان ساجد

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

تعلیماتِ مجدّدی

مقتبس از مکتوبات حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجددؒ کے مختصر سوانح حیات

حضرت مجددؒ کی ولادت بتاریخ ۱۴ر شوال ۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۴ء بروز جمعہ سرہند میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ عبدالاحد تھا جو حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ اور شیخ عبدالقدوس چشتی گنگوہیؒ کے خلیفہ بھی تھے اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم بھی تھے۔ چنانچہ دینیات کے علاوہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف اور شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی فصوص الحکم کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ حضرت مجددؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل کی۔

جب سن شعور کو پہنچے تو والد مرحوم نے ان کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے سیالکوٹ بھیجا۔ جو اس زمانہ میں علم و فن کا مرکز تھا چنانچہ حضرتؒ نے معقولات (منطق، فلسفہ اور کلام) کا درس مولانا کمال کشمیری سے لیا اور منقولات میں حدیث مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھی اور تفسیر اور فقہ کا علم قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کیا۔ سیالکوٹ سے واپس آکر کچھ دنوں وطن میں قیام کیا۔

چونکہ اس زمانہ میں آگرہ دارالحکومت تھا اور وہاں نامور علماء موجود تھے۔ اس لیے علم ظاہری کے حصول کی کشش آپ کو یہاں لائی۔ یہاں آکر اکثر علماء سے استفادہ کیا۔ بعد چندے آپ کے والد محترم یہاں تشریف لائے اور آپ کو لے کر وطن واپس ہوئے۔ راستہ میں تھانیسر قیام کیا اور یہیں آپ کے والد نے حاکم شہر شیخ سلطان کی بیٹی سے آپ کا نکاح کر دیا۔

وطن واپس آکر آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے والد ماجد سے چشتیہ اور قادریہ سلسلہ میں سلوک طے کیا۔ والد محترم کا انتقال ۱۰۰۷ھ میں ہوا۔ ان کی وفات کے بعد دلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور بہت جلد نقشبندی سلوک طے کر لیا۔ مرشد کی نگاہ میں حضرت مجدد کی جس قدر عظمت تھی اس کا اندازہ اس خط سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے اپنے ایک مرید کو لکھا تھا اس میں آپ کا ذکر اس طرح کیا کہ "شیخ احمد سرہند کے رہنے والے ہیں۔ کثیر العلم اور قوی العمل ہیں۔ ان کے باطنی احوال بہت عجیب و غریب ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آگے چل کر ایسا چراغ ہوں گے۔ جس سے ایک عالم روشن ہو جائے گا۔"

حضرت مجدّدؒ کی آئندہ زندگی سے مرشد کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔

بوقتِ رخصت مرشد نے آپ کو حسب ذیل نصیحتیں فرمائیں:۔

۱۔ اپنی نسبت کو عوام سے پوشیدہ رکھنا۔
۲۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلّے پر بیٹھ کر اوراد میں مشغول رہنا۔
۳۔ اس کے بعد پابندی کے ساتھ قرآن و حدیث کا درس دینا۔
۴۔ اگر وعظ کا اتفاق ہو تو صوفیانہ اندازِ بیان کے بجائے عالمانہ انداز اختیار کرنا۔

مرشد سے رخصت ہو کر آپ سرہند تشریف لائے اور کچھ دنوں کے بعد مرشد کے ایماء سے لاہور کا سفر کیا۔ یہاں بہت سے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ جب ۱۶۰۳ء مطابق ۱۰۱۲ھ میں مرشد کا وصال ہوا تو آپ یہیں تھے۔ وفات کی اطلاع پا کر آپ دہلی تشریف لائے اور مرشد کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی اور سرہند واپس تشریف لے گئے۔

آپ کی زندگی کا اہم واقعہ دربارِ جہانگیری میں طلبی اور حق کی پاداش میں سنّتِ یوسفی پر عمل ہے۔ جس کی طرف اقبال مرحوم نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
(بالِ جبریل)

چونکہ اس مختصر مضمون میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اس لیے مختصر طور پر بیان کرتا ہوں کہ ۱۶۱۹ء میں جہانگیر نے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ طلبی کے کئی اسباب تھے۔

ا۔ بعض امراء نے جہانگیر کو ورغلایا کہ آپ کا وجود حکومت کے لیے خطرے کا باعث ہے۔

ب۔ بعض علماء کو آپ سے مذہبی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے جہانگیر کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ جس کا ثبوت تزک جہانگیری سے مل سکتا ہے۔ چنانچہ جہانگیر "وقائع سال چہاردہم" میں لکھتا ہے:۔

"دریں ایام بعرض رسید کہ شیخ احمد نام شیادے در سرہند دام زرق و سالوس فروچیدہ ...... در مکتوبات بسا مقدمات لاطائل مرقوم گشتہ کہ بکفر و زندقہ منجر می شود۔ ازاں جملہ نوشتہ کہ از مقام فاروق بمقام صدیق عبور کردم و ازانجا مقام محبوبیت واصل شدم ...... (در حضور خود طلبیدم) ہرچہ پرسیدم جواب معقول نتوانست سامان نمود ...... بغایت مغرور و متکبر و خود پسند ظاہر شد ...... صلاح حال او منحصر دریں دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محبوس باشد تا شوریدگی مزاج و آشفتگی و دماغش قدرے تسکین پذیرد و شورش عوام نیز فرو نشیند۔"

"اس زمانہ میں مجھے اطلاع ملی کہ سرہند میں شیخ احمد نامی ایک شیاد (عیار و مکار) نے مکر و فریب کا جال بچھایا ہے ...... اور اپنے مکتوبات میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو انسان کو کفر و الحاد تک پہنچا دیتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ میں مقام فاروقی سے مقام صدیقی تک پہنچا۔ اس کے بعد مقام محبوبیت میں پہنچ کر اللہ سے واصل ہو گیا ...... چنانچہ میں نے اسے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو میں نے اس سے جس قدر سوالات کیے اس نے کسی کا بھی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ اور گفتگو سے وہ مجھے بہت مغرور اور خود پسند نظر آیا ...... میں نے اس کی حالت کی اصلاح کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ کچھ دنوں کے لیے اسے قید خانے میں رکھا جائے تاکہ اس کے مزاج کی شوریدگی اور دماغ کی آشفتگی دور ہو جائے اور عوام کی شورش بھی ختم ہو جائے۔"

اس اندراج سے حسب ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

ا۔ جہانگیر کو مخالفوں نے اس قدر بدظن کر دیا تھا کہ اس نے آنجناب کو "شیاد" کے لقب سے یاد کیا ہے اور تمام عبارت میں نہایت بے ادبی سے آپ کا ذکر کیا ہے۔

ب: چونکہ آپ نے اسے سجدہ نہیں کیا (جس کا دربار میں رواج تھا) اس لیے آپ کو خود پسند اور مغرور قرار دیا۔

ج: علماء نے عوام کو بھی آپ کے خلاف بھڑکایا تھا اور آپ کے خلاف عوام میں شورش پیدا ہو گئی تھی فی الجملہ جہانگیر کے حکم سے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں محبوس کیا گیا۔ اور یہاں آپ ایک سال تک رہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب "دعوتِ اسلام" میں لکھا ہے کہ "اسیری کے زمانہ میں آپ نے قلعہ کے بہت سے غیر مسلموں کو اسلام کی دولت سے مالامال کر دیا۔"

وقائع سال پانزدہم جلوس کے ضمن میں جہانگیر لکھتا ہے کہ "بحضور خود طلب داشتہ خلاص ساختم۔ خلعت و ہزار روپیہ عنایت نمودہ در رفتن و بودن مختار ساختم۔" یعنی میں نے شیخ کو گوالیار کے قلعہ سے

اپنے حضور میں طلب کیا اور رہا کر کے خلعت اور ایک ہزار روپیہ عنایت کیا اور اجازت دی کہ جی چاہے تو دربار میں رہیں، جی چاہے تو سرہند واپس چلے جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایک سال تک محبوس رہے اور جب جہانگیر پر حقیقت واضح ہو گئی تو اس نے آپ کو رہا بھی کر دیا اور ایک ہزار روپیہ بھی عنایت کیا۔ آپ نے مصلحتاً کچھ عرصہ دربار میں قیام کیا تاکہ بادشاہ کے خیالاتِ فاسدہ کی اصلاح ہو سکے۔

چنانچہ آپ نے اپنے فرزندوں (خواجہ محمد معصومؒ اور خواجہ محمد سعیدؒ) کو ایک خط میں مطلع فرمایا کہ میں رات کے وقت عشاء کے بعد دربار میں تقریر کرتا ہوں۔ ایک تقریر بادشاہ کی موجودگی میں بھی کی جس میں عدم استقلال عقل، بعثتِ انبیاء کی ضرورت، ایمان بالآخرت کی ضرورت، خاتمیت نبوت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے راشدین کی اقتداء، بطلان عقیدۂ تناسخ اور دیگر مسائل کا ذکر تھا۔ الحمد للہ کہ یہ تقریر بادشاہ نے بہت غور اور توجہ کے ساتھ سنی"۔

(ماخوذ از مکتوب ۴۳ دفتر سوم ص ۷۶)

آپ کے اس خط کے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اس حادثۂ اسیری کو مشیتِ ایزدی کی طرف سے اپنے حق میں موجبِ رحمت قرار دیا ہے کیونکہ قید کی حالت میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے انکسار کے ساتھ دعائیں کیں اور اس کی رحمت طلب کی، اس کی طرف رجوع کیا اور آپ نے محسوس کیا کہ واقعی انسان ایک عاجز اور کمزور ہستی ہے۔ جو باتیں آپ نے میر نعمان کو لکھی ہیں۔ ان میں ہمارے لیے عبرت کا سامان پوشیدہ ہے یعنی مسلمان کو لازم ہے کہ جب اس پر مصیبت وارد ہو تو وہ اللہ سے التجا کرے اور اس کا فضل طلب کرے۔

۱۶۲۲ء میں آپ شاہی لشکر کے ہمراہ اجمیر شریف تشریف لے گئے اور سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر جا کر فاتحہ پڑھی۔ خدام بارگاہ عالیہ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے مرقد کا غلاف آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے سر پر رکھا اور اپنے رفقاء سے فرمایا کہ "وفات کے بعد مجھے اسی غلاف کا کفن دیا جائے"۔

جہانگیر کے خیالات کی اصلاح اور اس کے دربار میں اسلام کی تبلیغ کے بعد آپ سرہند واپس تشریف لائے اور تا دم آخر فریضۂ تجدید و احیائے دین سرانجام دینے کے بعد ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء مطابق ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو رحلت فرمائی۔

اس مختصر مضمون میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ آپ کے علمی اور روحانی کمالات اور آپ کی دینی خدمات پر اظہارِ خیالات کیا جا سکے۔ اس لیے مختصر طور پر چند باتیں درج کیے دیتا ہوں۔

۱۔ آپ نے بفضل خدا "اکبر مرتد" کے پیدا کردہ فتنۂ دینی کا استیصال فرمایا۔

۲۔ دربارِ جہانگیری کی بہت سی بدعات اور غیر اسلامی رسوم کا خاتمہ کیا۔

۳۔ امراء کے دل میں اسلام کی حمایت اور اشاعت کا جذبہ پیدا کیا۔

۴۔ عوام کو صحیح اسلامی تعلیمات سے روشناس کیا۔ اتباع سنت کا اہتمام کیا۔

۵۔ اسلامی تصوف کو اس کی اصلی صورت میں پیش کیا۔ بدعات کا قلع قمع فرمایا۔

۶۔ اپنی خانقاہ میں ہزاروں مسلمانوں کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے تیار کیا۔

۷۔ مریدوں کی تربیت فرما کر ان کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں روانہ کیا۔

۸۔ درس و وعظ کے علاوہ مکتوبات کے ذریعہ سے اصلاح امت کا فریضہ انجام دیا۔

مکتوبات میں آپ نے جس قدر حقائق و معارف بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ دو رسالوں میں جمع فرما دیا ہے۔ ایک کا نام مبدء و معاد ہے اور دوسرے کا نام معارف لدنیہ ہے۔ جن لوگوں کو مکتوبات کے مطالعہ کی فرصت نہ ہو وہ ان دو رسالوں کو پڑھ کر آپ کے علمی کمالات سے بخوبی آگاہ ہو سکتے ہیں۔

آپ کی عظیم الشان دینی خدمات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجدد الف ثانی کے منصب پر فائز المرام فرمایا۔ اور آج تمام دنیائے اسلام آپ کو اسی لقب سے یاد کرتی ہے۔

★

شوق امرتسری، لاہور

حقائق و معارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

"بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے احسان (نیک کام) کرنے والوں سے"۔ (سورہ اعراف)

مندرجہ بالا ارشاد ایزدی میں احسان یا نیک کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ نیکی، بھلائی یا نیک کام سبھی قسم کے ہو سکتے ہیں۔ لیکن تعلیم اسلام کے مطابق حقیقت میں نیک کام وہی ہو سکتا ہے جس میں اخلاص ہو یعنی جو بھی نیک کام کیا جائے اس کام کی محرک کوئی دنیاوی غرض و غایت نہ ہو اور نہ اس سے اپنی شہرت و منفعت بلکہ خدا کی خوشنودی مقصود ہو

اسی طرح اسلامی نقطۂ نظر میں احسان کے معنی بھلائی کرنے، اچھا کام کرنے اور کسی کام کو اچھے طریقہ سے انجام دینے کے ہیں۔ یعنی بغیر کسی شہرت و مفاد اور اپنی ذاتی غرض و غایت کے کسی کو مصیبت سے نجات دلانا کسی غریب بے بس کو بغیر کسی معاوضہ اور اپنا احسان جتانے کے مالی امداد دینا بلکہ قصورواروں اور نقصان پہنچانے والوں کو معاف کرنا اور ان کے مقابلہ میں اپنے غصہ کو پی جانا اور ان سے بدلہ لینے کا خیال دل میں نہ لانا وغیرہ یہ سب احسان کی صورتیں ہیں۔

غرضیکہ احسان، نیکی یا بھلائی، ذکر و عبادتِ الٰہی سے تعبیر نہیں بلکہ خدا کی مخلوق کی بھلائی کرنے پر مبنی ہے اور اسلام نے دوسروں کے ساتھ بھلائی یا احسان کرنے کو کسی خاص معنی میں محدود نہیں کیا بلکہ اسے نیکی کی ہر راہ وسیع سے یہاں تک وسیع تر کر دیا ہے کہ زندگی تو زندگی موت میں بھی نیکی کے اس اصول کے دائرہ کو تنگ نہیں کیا۔

چنانچہ روحی فداہ محمد مصطفیٰ ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ہر شے پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔ تو اگر تمہیں کسی کو (کسی شرعی حکم کے باعث) جان سے بھی مارنا پڑے تو اس کو بھی اچھائی کے ساتھ کرو۔ کسی جانور کو ذبح کرنا چاہو تو بھی خوبی کے ساتھ کرو۔ یعنی چھری کو خوب تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحہ کو راحت دو"۔ (صحیح مسلم کتاب الصید)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضور پرنور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایسے نہ ہو کہ خود تمہاری گرہ کی عقل نہ ہو (یعنی تم میں عقل نہ ہو) صرف دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرو۔ کہتے ہو کہ اگر لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں تو ہم بھی کریں گے۔ (نہیں) بلکہ اپنے آپ کو اس پر مطمئن کرو۔ اگر دوسرے احسان کریں تو تم احسان تو کرو گے ہی اور اگر وہ برائی بھی کریں تو تم ظلم نہ کرو"۔ (جامع ترمذی)

اکثر لوگ احسان کو دولت و تمول اور دوسری بڑی بڑی باتوں کے ساتھ مختص کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غریب لوگ بھلا کیا کسی پر احسان کر سکتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ دراصل لوگوں کے ساتھ احسان اور نیکی کا کام کرنے کے لیے دولت کی نہیں بلکہ دل کی ضرورت ہے۔ اور وسعتِ قلب بہت بڑی نعمت ہے۔

(باقی ص ۱۸ پر)

اسلامی جہاد

حافظ قاری فیوض الرحمٰن، ایم اے۔ ایبٹ آباد

جہاد کی دعائیں

دعا مومن کا ہتھیار، عبادت کا مغز، دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے۔ اس لیے مجاہد کو جنگ کی شدتوں میں اللہ تعالےٰ کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞

"اے مومنو! جب تم دشمن کے بالمقابل میدان میں آؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔"

عین معرکۂ قتال میں اللہ تعالےٰ کو کثرت سے یاد کرنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا مشاہدہ اس امت نے ہر معرکۂ قتال میں کیا ہے۔ اسلام کے اوّلین اور فیصلہ کن معرکۂ بدر سے لے کر اب تک مسلمانوں نے جتنے معرکوں میں کامیابی حاصل کی ہے وہ شجاعت، ایثار، فدویت اور راہِ حق میں قربان ہونے کے حیرت انگیز جذبہ کی معجزہ نمائیوں کی مرہونِ منت تو کسی نہ کسی درجہ میں ہے لیکن اس سے کہیں دخل اس کامیابی میں اس حقیقت کو ہے کہ مسلمانوں نے عین معرکۂ قتال میں خدائے قدوس کو اس کثرت سے یاد کیا ہے کہ خدا تعالےٰ کی رحمت ان کی جانب منعطف ہوئی اور انہیں تعداد کی قلت اور اسلحہ کی کمی کے باوجود ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا کیا گیا۔

مجاہدین کے مصروفِ جہاد ہونے کے ارادہ سے لے کر فتح و کامرانی تک کے ہر لمحہ کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں منقول ہیں۔ ان میں سے چند ایک دعائیں مجاہدین کی رہنمائی کے لیے نیچے لکھی جاتی ہیں :۔

دل کی کمزوری اور بزدلی کا علاج

۱۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ "میرے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بزدلی اور بخل سے، اور میں پناہ طلب کرتا ہوں ناکارہ عمر سے اور دنیا کے فتنوں اور آزمائشوں سے اور پناہ مانگتا ہوں عذابِ قبر سے۔"

۲۔ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ "کافی ہے مجھے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔"

۳۔ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ، نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۔ "کافی ہے مجھے اللہ بہت اچھا وکیل، بہت بہتر سرپرست اور سب سے بہتر مددگار۔"

۴۔ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ـــ "اے ہمیشہ زندہ رہنے والے، اے سدا قائم و دائم میں تیری رحمت کے سہارے تجھ سے فریاد کرتا ہوں۔"

۵۔ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۞ "حالات کو بدلنے کی اور ہر قسم کی قوت صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو بہت ہی بلند شان والا اور عظمتوں کا مالک ہے۔"

۶۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَاۤ اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَآدَّ لِمَا قَضَیْتَ وَ لَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ "اے اللہ! جسے آپ کچھ عطا فرمانا چاہیں۔ اُسے کوئی محروم نہیں کر سکتا۔ جسے آپ محروم کر دیں اسے دینے والا کوئی نہیں۔ جس بات کا آپ فیصلہ صادر فرمائیں اُسے رد کرنے کی قوت کسی میں نہیں اور کوئی بڑی سے بڑی عظمت و دولت و عظمت والا ایسا نہیں ہے۔ جسے یہ دولت آپ کے عذاب سے محفوظ رکھ سکے۔"

جب اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کریں

۷۔ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْۤ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَ اَصْلِحْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ ـــ "میرے اللہ! میں آپ ہی کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ آپ مجھے ایک لمحہ کے لیے میرے نفس کے سپرد نہ کیجئے اور میرے احوال و ظروف کی اصلاح فرما دیجئے۔ آپ تنہا رب و معبود ہیں۔"

۸۔ قرآن پاک کی آخری تین سورتیں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۞ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۞ مکمل پڑھا کریں۔

جب دشمن کی قوت سے گھبراہٹ ہو

غزوۂ خندق کے دن صحابہؓ نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اب تو دل منہ کو آنے لگے۔ (سخت گھبراہٹ طاری ہے) کوئی دعا اس وقت کے لیے بھی ہے؟ آپؐ نے یہ دعا تعلیم فرمائی :۔

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ "اے اللہ! ہمارے کمزور پہلوؤں پر پردہ ڈالیے اور خطرات سے محفوظ رکھیے۔" صحابہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے یہ دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے ایسی ہوا بھیجی جس نے کفار کا منہ موڑ دیا۔

میدانِ جنگ میں قدم رکھنے پر

جب مجاہد میدانِ جنگ میں قدم رکھے تو نہایت عاجزی سے یوں کہے :۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ، سَرِیْعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ۔ "اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ (دشمن کے) لشکروں کو شکستِ فاش دے، اے اللہ! انہیں شکست دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے۔"

۱۱۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ "اے اللہ! ہم آپ کو دشمن کے بالمقابل لاتے ہیں اور ان کے شر و فساد سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔"

جہاد سے اعراض نہ ہو

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ۔ (مسلم) کہ "جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور تمنا کی تو وہ نفاق (منافقت) کی ایک صفت پر مرا۔"

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: "یعنی ایسی زندگی جس میں دعوائے ایمان کے باوجود نہ کبھی راہِ خدا میں جہاد کی نوبت آئے اور نہ دل میں اس کا شوق اور اس کی تمنا ہو، یہ منافقوں کی زندگی ہے اور جو اسی حال میں اس دنیا سے جائے گا، وہ نفاق کی ایک صفت کے ساتھ جائے گا۔" (معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۵۸)

سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں ترکِ جہاد کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا :

لَا یَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذُّلِّ۔ "یعنی جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اُسے ذلیل کر دیتا ہے۔" (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۹)

طریقہ جہاد

"فوج کشی کے لیے دو صورتیں متعین ہیں۔ ایک ایک دستہ آگے بڑھے اور حملہ کرے۔ یہ تمام فوج مل کر بڑھے اور عام یلغار کرے۔"

سورۂ نساء پ ۵ آیت ۷۱ میں فرمایا گیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ "اے مومنو! لے لو اپنے ہتھیار، پھر نکلو جُدی جُدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے"۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ "فوائد" میں لکھتے ہیں: "اے مسلمانو! اب خیر اسی میں ہے کہ تم اپنا ہر طرح سے بچاؤ اور اپنی خبرداری اور احتیاط کر لو۔ ہتھیاروں سے ہو یا تدبیر سے، عقل سے ہو یا سامان سے۔ اور دشمنوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے گھر سے باہر نکلو (جہاد میں) متفرق طور پر یا سب اکٹھے ہو کر۔"

جنگی شعور

فوج کشی کا آغاز جنگی شعور کے ساتھ ہونا چاہیے امیر افواج کو مرحلہ اوّل پر مجاہد سپاہیوں کو میدانِ جنگ میں جوہر دکھانے کے لیے برانگیختہ کرنا چاہیے قرآن مجید کی رُو سے مجاہدین کی جنگی روح اس درجہ طاقتور ہونی چاہیے کہ بیس مجاہد دو سو دشمنوں پر غالب ہوں، سو ایک ہزار پر اور ہزار دس ہزار پر۔ سورہ انفال آیت ۶۵ میں ارشاد فرمایا گیا ہے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ۔

"اے نبی! شوق دلایئے مومنوں کو لڑائی کا، اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے، تو غالب ہوں دو سو پر، اور اگر ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں پر۔ اس واسطے کہ وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے"۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ "فوائد" میں لکھتے ہیں:

"یہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی کہ تھوڑے بھی ہوں تو جی نہ چھوڑیں۔ خدا کی رحمت سے دس گنے دشمنوں پر غالب آجائیں گے۔ سبب یہ ہے کہ مسلمان کی لڑائی محض خدا کے لیے ہے۔ وہ خدا کو اور اس کی مرضی کو پہچان کر اور یہ سمجھ کر میدانِ جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ خدا کے راستہ میں مرنا اصل زندگی ہے اس کو یقین ہے کہ میری تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے۔ خواہ جنگ میں غالب ہوں یا مغلوب۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ (اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے) کے لیے جو تکلیف میں اٹھاتا ہوں وہ فی الحقیقت مجھ کو دائمی خوشی اور ابدی مسرت سے ہمکنار کرنے والی ہے۔ مسلمان جب یہ سمجھ کر جنگ کرتا ہے تو تائید ایزدی مددگار ہوتی ہے اور موت سے وحشت نہیں رہتی۔ اسی لیے پوری دلیری اور بے جگری سے لڑتا ہے۔ کافر چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا اس لیے محض حقیر اور فانی اغراض کے لیے بہائم (جانوروں) کی طرح لڑتا ہے اور قوتِ قلبی اور امدادِ غیبی سے محروم رہتا ہے۔ بناءً علیہ (اس بنا پر) خبر اور بشارت (خوشخبری) کے رنگ میں حکم دیا گیا کہ مومنین کو اپنے سے دس گنے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے لڑنا چاہیے اگر مسلمان ۲۰ ہوں تو ۲۰۰ کے مقابلہ سے نہ ہٹیں اور ۱۰۰ ہوں تو ہزار کو پیٹھ نہ دکھائیں۔

مصر کے ممتاز شاعر حافظ ابراہیم مرحوم نے کتنا صحیح کہا ہے:۔

وَ نَرْفَعُهٗ اِلٰی اَعْلٰی مَكَانٍ
كَمَا رَفَعُوْهُ اَوْ نَلْقَی الْمَنُوْنَا

"یا تو ہم اسلام کو اپنے بزرگوں کی طرح انتہائی بلندیوں پر پہنچائیں گے یا موت کو اختیار کر لیں گے"۔

مولانا ظفر علی خانؒ کہتے ہیں:ؔ

دنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تختہ جگہ آزادی کی یا تخت مقام آزادی کا

مسلمان کے لیے موت میں کوئی عار نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے میدانِ کارزار میں آگے بڑھتے ہوئے صحیح فرمایا تھا ؎

سَاَمْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی
اِذَا مَا نَوٰی خَیْرًا وَّ جَاهَدَ مُسْلِمًا
اِنْ عِشْتُ لَمْ اَنْدَمْ وَ اِنْ مِّتُّ لَمْ اُلَمْ
كَفٰی بِكَ ذُلًّا اَنْ تَعِیْشَ وَ تُرْغَمَا

ترجمہ: میں تو بہرحال آگے بڑھوں گا اور مجھے موت کا کوئی خطرہ نہیں۔ اس لیے کہ موت جوان کے لیے باعثِ عار نہیں ہے جبکہ اس کی نیت صحیح ہو اور اسلام کی حالت میں جہاد کر رہا ہو۔ اگر میں اس معرکہ سے بچ نکلا تو مجھے کوئی پشیمانی نہیں ہوگی اور اگر کام آیا تو مجھے ملامت نہیں کیا جائیگا۔ اے جوان! باوقار زندگی کا نہ گزارنا ہی تیری ذلت کے لیے کافی ہے"۔

اور اسی قسم کا ایک شعر سلطان ٹیپو شہیدؒ نے آخری وقت کہا تھا ؎

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردن زندگی است

(تذکرۃ الشاعرین ص۔)

اختتامِ جنگ

جب دشمن کی طاقت کا خون ہو جائے جنگ جب خود اپنے ہتھیار رکھ دے۔ جس وقت دشمن جنگ سے دست بردار ہو کہ میدانِ جنگ سے کنارہ کش ہو جائے یا حقیقی معنوں میں صدقِ دل سے صلح کی خواہش کرے، ایسی تمام صورتوں میں ہر صورت کو خاتمۂ جنگ کی علامت سمجھا جائے گا۔

جنگی قیدی

قرآنِ عظیم کا حکم ہے کہ شدید اور فیصلہ کن لڑائی کے بعد دشمنوں کو جنگی قیدی بنا لیا جائے۔ اس کے بعد پہلی بات یہ ہے کہ ان کو احسان کر کے چھوڑ دیا جائے اور دوسری یہ کہ ان سے زرِ فدیہ لینے کے بعد رہا کر دیا جائے۔ اسلام سے پہلے جنگی قیدیوں کے متعلق کوئی قانون نہ تھا۔ لیکن اسلام نے انتقام کی آگ پر پانی ڈال دیا۔ اسلامی فوج کو احسان کا حکم دیا اور آسان شرائط پر رہائی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ انسانیت کا ایسا مظاہرہ ہے جس کی مثال مغرب کے مدبرینِ جنگ آج بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اس زمانہ میں مفتوح کو جنگ کے بعد اربوں پونڈ تاوانِ جنگ سالہا سال تک دینا پڑتا ہے۔ اسلام کے قوانینِ جنگ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ مسٹر اسکاٹ نے یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ

"اسلام نے جنگ کی بے رحمیوں کو بہت کچھ ہلکا کر دیا ہے۔ اس نے مفتوحین کو بشرطِ اسلام پوری آزادی کا حق دیا اور بدقسمت قیدیوں کو جبر و تشدد سے بچایا"۔

(اخبار الاندلس، سی، پی اسکاٹ ج ۱ ص۱۰۱)

یہ اعتراف مبالغہ نہیں ہے بلکہ اسلامی حکمت عملی کے حسن و خوبی پر ایک محتاط اظہارِ خیال ہے"۔ (اسلام کا نظامِ حکومت ص۳۸۵)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جہاد کی حقیقی روح سے آشنا کرے۔ آمین!

موت العالِم موت العالَم

مدرسہ امینیہ جڑانوالہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد جڑانوالہ کے خطیب حضرت مولانا مفتی محمد امین انتقال کر گئے۔

انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی پوری زندگی اشاعت دین کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ تقسیم سے قبل آپ نے لدھیانہ میں اشاعتِ اسلام کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ آپ جید عالمِ دین، عامل، طبیب، متقی، متدین اور نہایت پاکیزہ صفات بزرگ تھے۔ دور دراز علاقوں سے مصیبت زدہ اور پریشان حال لوگ آپ سے دعا کرانے اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے انتقال سے علم و عمل اور خدمت خلق کی ایک انجمن ختم ہو گئی۔ آپ کی نمازِ جنازہ میں لائلپور اور لاہور کے ممتاز علماء کرام، ایڈیٹر خدام الدین مولانا مجاہد الحسینی اور جڑانوالہ کے ہزاروں عوام نے شرکت کی۔ نمازِ جنازہ مولانا مفتی زین العابدین نے پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا قرب اور درجات بلند عطا فرمائے۔ جڑانوالہ کے عوام اور آپ کے پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(شریکِ غم ادارہ)

ایک جائزہ

تحریر: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

میوات میں تبلیغ اسلام

(آخری قسط)

تبلیغی جماعت نے یہ فریضہ کس طرح انجام دیا

اصولِ تبلیغ اور طریق کار کے متعلق مختلف اشخاص نے جو کچھ کہا اس کو ہم جمع کر کے لکھتے ہیں:

"ہماری نیّت یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کے لیے نکلے ہیں۔ دوسروں کی اصلاح کے لیے نہیں۔ ہم خود اصلاح کے محتاج ہیں ہم دوسروں کی اصلاح کیا کر سکتے ہیں۔ دین خدا کا ہے وہ جس سے چاہے اپنے دین کا کام لے۔ ہماری حقیقت ہی کیا ہے۔ ہمارے پاس نہ علم ہے نہ فضل، اللہ کا احسان ہے جو ہم سے کچھ خدمت لے لے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ مخلوق سنے نہ سنے خدا سنتا ہے۔

ہم کو تاکید ہے۔ ہم مسلمان کی عزّت کریں۔ نہایت نرمی اور تواضع سے تبلیغ کریں اور ہر قسم کی سختی اور درشتی برداشت کریں۔

بستی کے قریب ہم جاتے ہیں تو ہم دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی! ہم کو اس بستی کے رہنے والوں کے شر سے امان دے۔ ہم جو کچھ کہیں وہ ان کے دل میں اُتار دے۔ اگر مکروہ وقت نہیں ہوتا تو دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں اس کے بعد ہم تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں"

ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ نومبر ۱۹۴۱ء میں قصبہ نوح ضلع گوڑگانواں میں عظیم الشان تبلیغی اجتماع ہوا تھا جس میں تقریباً پندرہ بیس ہزار آدمیوں نے شرکت کی تھی۔ اس اجتماع میں بکثرت تیس اور چالیس کوس سے پیدل چل کر آنے والے تھے۔ یہ جلسہ، جلسہ سے زیادہ ایک زندہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا جس میں عبادت و ذکر، نمازوں کی پابندی اور ذوقِ نوافل کے ساتھ چستی و مستعدی، جفاکشی و مجاہدہ، سادگی اور بے تکلفی، تواضع و خدمت، اہلِ علم و دین کی توقیر اور اسلامی اخلاق کے موثر مناظر دیکھنے میں آتے تھے۔ اس اجتماع سے واپسی پر خاکسار راقم الحروف نے "الندوہ" کے شذرات میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا اور اہلِ طلب اور اہلِ شوق کو اس تحریک کے مرکز اور طریق کار کا مطالعہ کرنے اور عملی واقفیت پیدا کرنے کی ترغیب دی تھی یہ تحریر اسی شذرہ پر ختم کی جاتی ہے:

"ان تمام لوگوں کے لیے، جو دین کا ذوق اور فہم رکھتے ہیں اور اِس زمانہ کی ہنگامہ آرائیوں سے اُکتا چکے ہیں اور جن کے نزدیک زمانۂ نبوّت ہی عمل کا صحیح راستہ ہے۔ نیز ان لوگوں کے لیے جو اپنے زمانہ کی دینی ویرانی پر حسرت کرتے ہیں۔ مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ دہلی بستی نظام الدینؒ میں مولانا محمد الیاس صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کے ساتھ کچھ وقت صرف کریں اور میوات میں جاکر تبلیغ کا کام اور اس کا نظام بھی دیکھیں۔ اور اس کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں تعجب ہے کہ لوگ تاریخ کے آثارِ قدیمہ، بادشاہوں کی منہدم عمارتیں اور شکستہ مقبرے دیکھنے دور دور جاتے ہیں لیکن قرون اولٰی کے زندہ نمونے اور اسلام کی چلتی جاگتی تصویریں دیکھنے کے شوقین اور اس کے لیے سفر کی زحمت گوارا کرنے والے بہت کم ہیں۔ حقیقت ہے کہ معاصرت بڑا حجاب ہے۔"

صدیق رضی اللہ عنہ

صدیقؓ اولیں ہیں خلافت کے تاجدار

بعد ان کے عمرؓ و عثمانؓ حیدرؓ ہیں بالیقیں

اللہ اللہ ان کی عظمت اور شان سربلند

انبیاءؑ کے بعد ان کا کوئی بھی ہمسر نہیں

حافظ نور محمد انور

سربراہِ مملکت کے لیے اسلام کے رہنما اصول

• اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں سلطنت عطا کی ہے پس تم لوگوں میں حق و انصاف کے ساتھ حکومت کرو اور نفس کی خواہش کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ حساب کے دن بھول گئے۔ (سورۃ صٓ آیت ۲۶)

• وہ لوگ اگر ہم انھیں دنیا میں حکومت دیدیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں، انجام کار تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہے (سورۃ الحج آیت ۴۱)

• اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اُسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اُسے دوزخ میں ڈالیں گے جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱۵)

• کسی مومن مرد اور عورت کو یہ مناسب نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ کسی کام کا حکم دے تو انھیں اپنے کام میں کچھ اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۶)

• اور پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی آیات سے سمجھایا جائے اور وہ اُن سے مُنہ موڑے۔ ہمیں تو گنہ گاروں سے بدلہ لینا ہی ہے (سورۃ السجدہ آیت ۲۲)

خاموش مبلغ — ملتان

بقیہ: حضرت حسانؓ بن ثابتؓ

لیے جو اشعار لکھے ان میں قرآنی الفاظ اور تراکیب کے ساتھ ساتھ قرآنی طریقِ استدلال کے اسلوب کو اپنایا۔ آپ کی اس دور کی شاعری کا رنگ بالکل الگ ہے یہ شاعری حقیقت نگاری کی علمبردار ہے جبکہ دورِ جہالت کی شاعری اور اہل عرب کی شاعری مبالغہ آمیزی اور افسانہ طرازیوں سے بھری پڑی ہے۔

حضرت حسانؓ کے بعد ہر دور میں مسلمان شعرا اپنی اپنی ہمت کے مطابق آپ کے دکھائے اور مقرر کردہ راستے پر چلنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، پاکستان کے قیام کے بعد آپؓ کی تحریک کو عام کرنے کے تصوّر سے ایک آواز بلند ہوئی ہے۔ یہ نحیف آواز جناب محمد علی ظہوری کی ہے، ملک کے اس نامور نعت گو اور نعت خواں کی یہ کوشش، پاکستان کے مختلف شہروں میں پھیل گئی ہے۔ اب جگہ جگہ حضرت حسانؓ کے نام گرامی کی نسبت سے انجمنیں تشکیل دی گئی ہیں اور شہر شہر یوم حسانؓ منایا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کے نعت گو اور نعت خواں حضرات کو حضرت حسانؓ کی تقلید کی توفیق دے یوں بھی اس وقت اس قولی اور قلمی جہاد کی اشد ضرورت ہے۔

بقیہ: حقائق و معارف

حضرت براؓ ابن عازب (صحابی)، رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

ایک بدوی نے حضور پُر نور محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) (مجھے) کوئی ایسی بات بتایئے کہ جس کے کرنے سے مجھے بہشت نصیب ہو۔ ارشاد ہوا۔ تمہاری تقریر گو مختصر ہے لیکن سوال بہت بڑا ہے۔ تم جانوں کو آزاد کرو اور گردنوں کو چھڑاؤ۔

بدوی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم (کیا، یہ دونوں باتیں ایک ہی نہیں؟

فرمایا۔ نہیں۔ اگر کسی کو تنہا آزاد کرتے ہو تو یہ جان کا آزاد کرنا ہے۔ اور اگر دوسرے کے ساتھ شریک ہو کر کسی کو آزاد کرانے میں مدد دو تو یہ گردن چھڑانا ہے۔ لگاتار دیتے رہو اور ظالم رشتہ دار کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر تم یہ بھی نہ کرسکو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ۔ نیکی کا کام کرنے کی تلقین کرو، برائی کے کام سے باز رکھو اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو اپنے آپ کو بھلائی کے سوا اور (بُری) باتوں سے روکو۔

اسی طرح مستدرک حاکم کتاب الایمان کی ایک روایت ہے۔

ایک روز حضرت ابوذر (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو کر پوچھا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان کے ساتھ کوئی اور عمل بتایئے فرمایا۔ جو روزی خدا نے دی اس میں سے دوسروں کو دے۔ ابوذرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر وہ خود مفلس ہو تو؟ فرمایا۔ اپنی زبان سے نیک کام کرے۔ عرض کیا۔ اگر اس کی زبان معذور ہو؟ فرمایا مغلوب کی مدد کرے۔ عرض کیا اگر وہ خود ضعیف ہو اس میں مدد کرنے کی طاقت نہ ہو تو؟

فرمایا۔ جس کو کوئی کام کرنا نہ آتا ہو اس کا خود کام کر دے۔

عرض کیا۔ اگر وہ خود ہی ایسا ناکارہ ہو؟

فرمایا۔ اپنی ایذا رسانی سے لوگوں بچائے رکھے۔

یہ ہیں نیک اعمال اور احسانات؟ جو لوگ حسب مقدور ان پر عمل کرتے ہیں ایسے ہی لوگ خدا کی رحمت کے قریب ہیں اور یقیناً ایسے ہی لوگوں پر خدا کی رحمت ہوتی رہی ہے، ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی علالت

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر مناظرِ اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر مدظلہٗ ان دنوں شدید علیل ہیں اور لاہور کے جنرل ہسپتال کے وارڈ ۵ میں زیر علاج ہیں۔ قارئین خدام الدین سے حضرت مولانا کے لیے دعاءِ صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

طلبہ کی سرگرمیاں

رپورٹ: قاضی محمد اشرف

گزشتہ دنوں سکھر میں جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کا صوبائی کنونشن منعقد ہوا جس میں صوبہ بھر کی تمام شاخیں شریک ہوئیں۔ اس دو روزہ کنونشن میں ملک کے جید علماء کرام، زعمائے ملت، طالب علم رہنما اور اہل علم حضرات نے مختلف موضوعات اور عنوانات پر تقاریر کیں۔ کنونشن میں درج ذیل انتخاب بالاتفاق عمل میں آئے۔

صوبائی انتخاب

صدر: عبدالغفور شاہ، مدرسہ سراج العلوم پیر شریف۔ نائب صدر اول محمد سلیم شاہد اورنیٹل کالج تھرپارکر۔ نائب صدر دوم شمس الدین گورنمنٹ ڈگری کالج کندہ کوٹ۔ جنرل سیکرٹری محمد اقبال شیخ۔ لیاقت میڈیکل کالج جام شورو۔ ناظم اول فضل اللہ لیاقت میڈیکل کالج جام شورو۔ ناظم دوم محمود الحسن گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ خیرپور۔ خازن لیاقت علی شاہ، لیاقت میڈیکل کالج جام شورو۔

مجلس شوریٰ

صوبائی عہدیداران سمیت درج ذیل طلبہ پر مشتمل مجلس شوریٰ تشکیل دی گئی۔

۱۔ عبید اللہ، جیکب آباد۔ ۲۔ مقصود احمد، ٹنڈو جام ۳۔ اصغر علی شاہ پیر گوٹھ۔ ۴۔ حزب اللہ شکارپور۔ ۵۔ محمد یونس، سکھر۔ ۶۔ محمد موسیٰ، کنڈیارو۔ ۷۔ امیر حمزہ ٹھیڈی۔ ان کے علاوہ مزید اراکین شوریٰ کے ناموں کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

ضلعی کنوینرز

پورے صوبہ سندھ میں کام کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے ضلعی سطح پر کنوینرز مقرر کیے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ منیر احمد شاہ، سکھر۔ ۲۔ شیر محمد، جیکب آباد۔ ۳۔ اصغر علی، خیرپور۔ ۴۔ عبدالغفور شاہ، لاڑکانہ ۵۔ سردار علی، نواب شاہ۔ ۶۔ ڈاکٹر حافظ محمد حسن، کراچی۔ ۷۔ عبدالحمید نور، کراچی۔

کنوینگ باڈی

حیدرآباد ڈویژن کے لیے مندرجہ ذیل طلبہ پر مشتمل کنوینگ باڈی بنائی گئی:

۱۔ مقصود احمد زرعی کالج ٹنڈو آدم۔ ۲۔ محمد اقبال شیخ، لیاقت میڈیکل کالج۔ ۳۔ محمد سلیم شاہد اورنیٹل کالج تھرپارکر۔ ۴۔ محمد یونس بھٹی، لیاقت میڈیکل کالج۔ ۵۔ فضل اللہ، لیاقت میڈیکل کالج جام شورو۔

فیصلے

۱۔ ہر شاخ ماہانہ رپورٹ صوبائی ناظم اعلیٰ کو روانہ کرے گی۔

۲۔ ہر ماہ ضلعی سطح پر عہدیداران کے لیے تربیتی پروگرام منعقد کیا جائے گا۔

۳۔ ہر مقامی شاخ اپنی آمدنی کا ۱/۴ حصہ صوبائی بیت المال کے لیے روانہ کرے گی۔

۴۔ علماء کرام اور دانشور حضرات کے تعاون سے اپنے پروگرام کو طلبہ تک پہنچانے کا انتظام بھی کیا جائے گا۔

۵۔ صوبائی دفتر جام شورو (حیدرآباد) میں ہوگا۔

۶۔ پورے صوبے میں شاخوں کے درمیان رابطہ کو مضبوط بنایا جائے گا۔

۷۔ کالج یونینوں میں ہر مقامی شاخ انتخابات میں حصہ لے گی۔

۸۔ بیت المال کو مضبوط کرنے کے لیے عید الاضحی کے موقعہ پر قربانی کی کھالیں اکٹھی کی جائیں گی۔

جمعیۃ طلبہ اسلام جیکب آباد کے کنونشن کی رپورٹ

۱۱ دسمبر کو کندہ کوٹ میں جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع جیکب آباد کا کنونشن منعقد ہوا جس میں تمام ضلعی شاخوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں جیکب آباد ضلعی جمعیۃ کا مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر: حافظ محمد شفیع، مدرسہ دارالفیوض کندہ کوٹ نائب صدر: عبدالحی، مدرسہ دارالفیوض کندہ کوٹ۔ ناظم اعلیٰ شیر محمد، گورنمنٹ ڈگری کالج جیکب آباد۔ ناظم: مشتاق احمد گورنمنٹ ہائی سکول غوث پور۔ خازن: حافظ پیر محمد، گورنمنٹ ہائی سکول تنگوانی۔ ناظم نشر و اشاعت: منیر احمد بروڑو۔ گورنمنٹ ہائی سکول ٹھل۔

مجلس شوریٰ

ضلعی عہدیداران سمیت درج ذیل طلبہ پر مشتمل مجلس شوریٰ بنائی گئی۔

۱۔ شمس الدین کندہ کوٹ۔ ۲۔ عبدالمجید کندہ کوٹ۔ ۳۔ عبدالعلیم غوث پور۔ ۴۔ علاء الدین، کندہ کوٹ۔ ۵۔ محمد وارث تنگوانی۔ ۶۔ غلام حیدر کندہ کوٹ۔ ۷۔ عبدالغفور کندہ کوٹ۔

کنونشن میں جیکب آباد، کندہ کوٹ، تنگوانی، غوث پور، ٹھل، بابو کھوسہ، شیر ڑھی بروہی سے بھاری تعداد میں طلبہ نے شرکت کی اور صوبائی عہدیداران بھی شریک ہوئے۔

سہ رکنی کمیٹی

جمعیۃ طلبہ اسلام کو تیز اور عام کرنے کے لیے سکھر کے دورے کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ اس کے لیے ایک سہ رکنی کمیٹی بنائی گئی جس میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں:

۱۔ سید منیر احمد شاہ۔ ۲۔ حزب اللہ۔ ۳۔ امیر حمزہ۔

یہ وفد ضلعی کنوینرز سید منیر احمد شاہ کی قیادت میں ضلع بھر کا تفصیلی دورہ کرے گا۔

پروگرام حسب ذیل ہے:

۲۲ دسمبر	دن	اوباڑہ	رات	ڈہرکی
۲۳ دسمبر	دن	میرپور ماتھیلو	رات	گھوٹکی
۲۴ دسمبر	دن	پنو عاقل۔ ہالیجی	رات	روہڑی
۲۵ دسمبر	دن	سکھر	رات	آباد
۲۶ دسمبر	دن	عبدو	رات	چک
۲۷ دسمبر	دن	رستم	رات	شکارپور

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی یاد میں قائم ہونے والی درسگاہ

جامعہ عبیدیہ کا افتتاح

(خدام الدین کے خصوصی نامہ نگار سے)

لاہور ۱۷ دسمبر ولی اللہ سوسائٹی پاکستان نے امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ جامع نظام تعلیم کی ترویج اور فکر ولی اللّٰہی کی اشاعت کے لیے ایک دینی درسگاہ قائم کی ہے۔ جس کی افتتاحی تقریب آج راوی کے اس پار لاہور سے دس میل دور مسن کالا ریلوے اسٹیشن کے متصل فاروق نگر میں منعقد ہوئی جس میں ممتاز علمی و دینی شخصیات اور ممبران ولی اللہ سوسائٹی نے شرکت کی۔

"فاروق نگر" میں ولی اللہ سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک عظیم پروگرام کے مطابق مختلف شعبوں کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ ان میں "مدرسہ امام ولی اللہ" اپریل ۱۹۷۱ء سے جاری ہے۔ جہاں آٹھویں جماعت تک طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اب جامعہ عبیدیہ کے دو شعبوں دارالتکمیل اور بیت الحکمت میں کام شروع ہو رہا ہے جہاں تعلیم پانے والے طلبہ فارغ ہو کر جامعہ کے ایک تیسرے شعبہ "دارالتربیہ" میں تربیت حاصل کرنے کے بعد ملک و ملت اور دین اسلام کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر کام کریں گے۔

جامعہ عبیدیہ کے وسیع رقبہ میں جامع مسجد فاروقیہ کی تعمیر بھی جاری ہے۔ آج جامعہ عبیدیہ کی نہایت سادہ اور باوقار تقریب میں ولی اللہ سوسائٹی کے سیکرٹری جنرل اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تلمیذ خاص جناب بشیر احمد صاحب لودھیانوی نے شعبہ بیت الحکمت کے طلبہ کو حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" کا پہلا سبق پڑھایا۔

واضح رہے کہ ولی اللہ سوسائٹی نے جامعہ عبیدیہ کے نصاب تعلیم میں علوم جدیدہ کے ساتھ ساتھ درس نظامی کا بھی مکمل نصاب شامل کیا ہے۔ اس موقع پر ولی اللہ سوسائٹی (رجسٹرڈ) نے عوام سے بھرپور تعاون کی بھی اپیل کی تاکہ مجوزہ پروگرام کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جا سکے اور یہ ادارہ اسلام اور ملک و ملت کی صحیح خدمات انجام دے سکے۔